کتاب و سنت اور اسلاف امت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ

اشرف الجرائد حیدرآباد

Volume:16 Issue:9 September 2023

مدیر
مولانا محمد عبدالقوی

ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد
www.iauth.in

اشرف الجرائد میں شامل تمام مضامین کی تمام جزئیات سے مدیر کا اتفاق ضروری نہیں

آئینۂ مضامین

اشرف الجرائد کی توسیع واشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل فرمائیں۔ ادارہ



درسِ قرآن

اس دلِ رحم پرور پہ لاکھوں سلام

از: مولانا عبدالقادر فرید قاسمی*

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ (سورۃ التوبہ: ۱۲۸)

ترجمہ: تمہارے پاس ایک ایسا رسول آیا ہے جو تمہی میں سے ہے، جس کو تمہاری ہر تکلیف بہت گراں معلوم ہوتی ہے جسے تمہاری بھلائی کی دُھن لگی ہوئی ہے، جو مومنوں کے لئے انتہائی شفیق، نہایت مہربان ہے۔

توضیح: ہر نبی کو اپنی امت سے، ہر باپ کو اپنی اولاد سے، ہر مرشد کو اپنے متعلقین مریدین سے، ہر استاد کو اپنے تلامذہ سے قلبی تعلق و روحانی وابستگی ہوتی ہے، ان کے سکھ میں اپنا سکھ ان کے دکھ میں اپنا دکھ محسوس کرتے ہیں، اس حوالے سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی امت کے ساتھ دلی و روحانی تعلق بے مثال و بے نظیر تھا، یہی وجہ تھی کہ امت کی تکلیف کے تصور سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک کانپ جایا کرتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے حد بے قرار و مضطرب ہو جایا کرتے تھے، دنیاوی صدمہ ہو یا عملی تکلیف، یا برزخی اخروی تعذیب، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کے لیے اس معاملے کو سہل بنانے یا اس کو ختم کرنے کی تدابیر میں لگ جاتے تا آنکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کوئی تسلی و تیقن نازل نہ ہو جاتا یہ تو پوری امت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لازوال شفقتوں و محبتوں کا معاملہ رہتا تھا لیکن جب صحابہ کرامؓ کا اور امت مسلمہ کا مسئلہ ہوتا تو یہ کیفیتیں دو آتشہ ہو جاتیں تھیں، لاکھوں جانیں قربان اس رحمت اللعالمین کی ذات باوفا پر کہ جس کی وفاؤں اور سچی و بے لوث محبتوں کے سامنے ماں کی ممتا اور باپ کی شفقت بھی ماند پڑ جاتی ہے۔

* ذمہ دار ادارہ حبیب المدارس، کھٹکیسر

نبی پاک ﷺ اپنے حسب ونسب کے اعتبار سے اعلیٰ واشرف، ذات بابرکت کے حوالے سے اذکیٰ و اطہر تھے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے سامنے اور حضرت مغیرہ ابن شعبہؓ نے کسریٰ کے روبرو آپ ﷺ کا حسب نسب کچھ اس طرح بیان فرمایا تھا: ان اللہ بعثنا فینا رسولا منا نعرف نسبہ و صفتہ و مدخلہ و مخرجہ و صدقہ و امانتہ، قیصر روم کے استفسار پر حضرت ابوسفیانؓ نے آپ کا نسب یوں بیان فرمایا تھا: ھو فینا ذو نسب و ھو فی حسب ما لا یفضل علیہ احد۔۔۔قال ھذہ آیۃ!

وہ ہم میں اعلیٰ وارفع حسب ونسب والے ہیں، خاندانی شرافت میں کوئی ان کا ثانی نہیں ہے اس پر قیصر روم نے برجستہ کہا یہ بھی ان کی علامت نبوت ہے۔

نبی پاک ﷺ کے دل رحم پرور کا یہ عالم تھا کہ امت کی گمراہی، بے دینی، دین بیزاری، انسانی ہلاکت، جسمانی اذیت، مالی خسران، دنیوی ضیاع کو دیکھ کر دلگیر ہوجاتے اور یہ صدمہ اس قدر بڑھ جاتا کہ عرش عظیم سے تسلی کا سامان پہنچایا جاتا تب جاکر قرار واقعی حاصل ہوتا یا پھر آپ ﷺ خودکسی کے غم کا مداوہ فرماتے تب سکون پاتے، امت کے تینوں طبقوں (مومن، کافر، منافق) کے نقصان پر یہی صدمہ اٹھاتے اور اگر کوئی گزند کسی مومن کو پہنچتی تب تو آپ ﷺ کے رنج والم کی کیفیت کچھ اور ہوتی تھی۔

نبی پاک ﷺ کی ایک باکمال صفت یہ بھی تھی کہ آپ امت کے نفع رسانی کے بڑے طالب وشائق تھے چاہے وہ انسانیت کی دین و ہدایت کا معاملہ ہو یا دنیاوی و اخروی بھلائیوں کا، غرض یہ کہ آپ ﷺ کے بہت سے واقعات وادعیہ اس پر شاہد ہیں اور آپ کی صفت ''حریص علیکم'' کی کھلی تصویر ہے۔

نبی پاک ﷺ کی ایک عجیب صفت غایت رأفت وشفقت اور غایت رحمت تھی، اثنائے نماز بچے کے رونے کی آواز آتی نماز ہلکی فرمایا کرتے، وعظ فرماتے سامعین کی نشاط طبع کا پورا لحاظ فرماتے، اپنے دل کی صفائی کی خاطر کسی کی غیبت نہیں سنتے، لوگ شوق عبادت میں اپنے آپ کو گھلاتے تو ان کو منع فرماتے، کسی کی ذوقِ شب بیداری زیادہ محسوس فرماتے اُن پر ترس کھاتے ان کو کچھ آرام کرنے کا مشورہ دیتے، فرضیت تراویح کا اندیشہ ووجوب سواک کا خوف، یا امت پر ہر سال فرضیتِ حج کا ڈر، اسی ''رؤوف رحیم'' کا مظہر ہے۔

فدا ہوں آپ کے کس کس ادا پر
ادائیں لاکھ اور بے تاب دل ایک

سورۂ توبہ کی مذکورہ آیت ایک باحس مسلمان کے اندر عشق نبی کو فزوں تر کرنے، اپنے نبی کی بے مثال وفاؤں، اداؤں کے مقابل اپنی بے وفائی و بے اعتنائی کو دور کرنے کیلئے کافی ہے۔ صلی اللہ علی حبیبہ و سلم



درسِ حدیث

اللہ کی بندیوں کو نہ مارو

از: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ

عَنْ اِیَاسِ بْنِ عَبْدِ اللہ بنِ اَبِی ذِبَابٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم أنّہ قال: لَا تضربو ا اِماء اللہ، فجاء عمر رضی اللہ عنہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقَالَ ذِئِرْنَ النساء علی ازواجھن الخ۔ (ابوداوٗد)

ترجمہ: حضرت ایاس بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ: اللہ کی بندیوں کو مارو نہیں، یعنی عورتوں کو مارنا اچھی بات نہیں ہے مت مارا کرو۔ حضرت عمرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: یارسول اللہ! یہ عورتیں تو اب اپنے شوہر پر شیر ہوگئیں ہیں۔ (ابوداوٗد)

تشریح: جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے روک دیا کہ یہ کام مت کرو تو جس شخص نے براہ راست حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان سے سن لیا اس کے لیے وہ کام حرام قطعی ہوگیا اب اس کے لیے کسی بھی حالت میں مارنا جائز نہیں لہٰذا جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ فرمایا کہ عورتوں کو نہ مارو تو اب مارنے کا سلسلہ بالکل بند ہوگیا اس لیے کہ صحابہ کرامؓ تو ایسے نہیں تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کسی کام کے بارے میں ممانعت سنیں اور پھر بھی وہ کام جاری رکھے، جب مارنے کا سلسلہ بند ہوگیا تو کچھ دنوں کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ عورتیں تو اب اپنے شوہروں پر شیر ہوگئیں، اس لیے کہ آپ نے مارنے کی ممانعت کردی، جس کے بعد اب کوئی شخص اپنی بیوی کو نہیں مارتا بلکہ مار کے قریب جانے سے بھی ڈرتا ہے اور اس نہ مارنے کے نتیجے میں عورتیں شیر ہوگئی ہیں اور شوہروں کی حق تلفیاں کرنے لگی اور ان کے ساتھ بدسلوکی کرنے لگی ہے اب آپ فرمائیں کہ ان حالات میں ہم کیا کریں؟ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اجازت دے دی کہ اگر عورتیں شوہروں کی حق تلفی کریں اور مارنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہو تو تمہیں

مارنے کی بھی اجازت ہے، اب اس اجازت دینے کے نتیجے میں یہ ہوا کہ ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بہت سی خواتین آنی شروع ہوگئیں اور آکر عرض کرتیں کہ یارسول اللہ! آپ نے شوہروں کو مارنے کی اجازت دے دی جس سے لوگوں نے غلط فائدہ اٹھایا اور ہمیں اس طرح مارا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا نام لے کر فرمایا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے گھر میں بہت سی خواتین چکر لگاتی ہیں اور وہ اپنے شوہروں کی شکایت کرتی ہیں کہ وہ شوہر ان کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں ان کو بری طرح مارتے ہیں۔ لہٰذا خوب اچھی طرح سن لو کہ جو لوگ یہ مار پیٹ کررہے ہیں وہ تم میں اچھے لوگ نہیں ہیں اور اچھے مومن اور مسلمان کا کام نہیں ہے کہ وہ مار پیٹ کرے۔

اس سارے مجموعے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات واضح فرمادی کہ اگرچہ ناگزیر حالت میں جب کوئی اور چارہ نہ رہے اس وقت شریعت کی طرف سے ایسی مار کی اجازت ہے جس سے نشان نہ پڑے اور بہت زیادہ تکلیف نہ ہو لیکن اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور آپ کی اصل خواہش یہ ہے کہ کوئی مرد کسی عورت پر کبھی ہاتھ نہ اُٹھائے۔ چنانچہ حضرات امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساری عمر کبھی کسی عورت پر ہاتھ نہیں اٹھایا، لہٰذا سنت کا تقاضا بھی یہی ہے۔

بہرحال تین پسندیدہ چیزوں میں سے ایک نیک عورت ہے اس لیے کہ اگر عورت نیک نہ ہو تو اس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پناہ مانگی ہے: اللھم انی اعوذ بک من امرأۃ تشبنی قبل المشیب و اعوذ بک من ولد یکون علی وبالا اے اللہ! میں اس عورت سے پناہ مانگتا ہوں جو مجھے بڑھاپے سے پہلے بوڑھا کردے اور اس اولاد سے پناہ مانگتا ہوں جو میرے لیے وبال ہوجائے اللہ تعالیٰ بچائے آمین۔

اس لیے جب اپنے لیے، اپنی اولاد کے لیے تلاش کرو تو ایسی عورت تلاش کرو جس میں دین ہو، صلاح ہو، نیکی ہو، اگر خدا نہ کرے نیکی نہیں ہے تو وہ پھر عذاب بننے کا اندیشہ ہے۔ لہٰذا اگر کسی شخص کو صالح بیوی کی نعمت میں میسر آئی ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کی قدر کرے اس کی ناقدری نہ کرے۔ اس کی قدر یہی ہے کہ اس کے حقوق ادا کرے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کرے۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ارشادات پر ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دین کا فرض علم کیا ہے اور وہ کس سے سیکھیں؟

از: مولانا سید خواجہ نصیرالدین قاسمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ وبہ نستعین

انسان کو دوسری مخلوقات پر افضلیت وفوقیت جن اسباب سے حاصل ہوئی ہے ان میں ایک اہم سبب علم ہے، چناں چہ ابوالبشر سیدنا آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر شئی کا علم عطا فرمایا گیا اور ملائکہ کے سامنے ان کی برتری جتائی گئی، انسان کو زندگی گذارنے اور اسباب معاش اختیار کرنے، تمدنی ومعاشرتی حیات بسر کرنے اور اظہارِ مافی الضمیر کے لئے جن جن علوم وفنون کی ضرورت پڑتی گئی، وہ اُسے سیکھتا گیا اور کمال حاصل کرتا گیا اور کرتا جارہا ہے، اور اس کی قدر ومنزلت، مقام ومرتبہ رفیع تر ہوتا جارہا ہے، اسی لئے جو عزت وشرف اطباء کو، وکلاء کو، معلمین کو، اتالیقِ معاشیات کو، تجربہ کار ہنرمندوں کو، ماہرینِ صنعت وحرفت کو، مشاق تجار کو اور جمیع اصحابِ علم وفضل کو حاصل ہے وہ عامۃ الناس کو نہیں، ہر عامی ان خواص کی قدر کرتا ہے اور ان کے پاس نیازمندانہ حاضر ہوتا ہے۔ اُن سے متعلقہ مسائل ومشکلات میں راہ نمائی لیتا ہے اور اُن کے مشوروں پر عمل کر کے آفاتِ دنیویہ سے نجات وراحت پاتا ہے، اور یہی ہونا بھی چاہیئے۔

کتاب وسنت میں جس علم اور اس کے حاملین کے فضائل وارد ہوئے ہیں وہ علم شریعت اور علمِ الٰہی ہے۔ یہی علم وحکمت اللہ تعالیٰ نے جماعتِ انبیاء علیہم السلام کو عطا فرمایا، سیدالاولین والآخرین امام الانبیاء والاتقیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے پہلی وحی حصول علم کی نازل ہوئی، بل کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت دی گئی کہ ازدیادِ علم کی دعا کرتے رہیں رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (طٰہٰ: ۱۱۴) پھر اس دعا کی برکت سے قرآن اُترتا گیا اور آپ کا علم بڑھتا گیا یہاں تک کہ پورا قرآن نازل ہوگیا اور آپ کو اولین وآخرین کے علم سے بھی سرفراز فرمایا گیا، آپ کے فرائض منصبی میں تلاوتِ کتاب کے ساتھ ساتھ تعلیم کتاب وحکمت اور تہذیبِ نفوسِ انسانی کو شامل کیا گیا، آپ

نے اس علم اِلٰہی کی نشر واشاعت کے لئے ایسا ماحول تیار کیا کہ ہر ایمان لانے والے کی تمنا یہ ہوتی تھی کہ وہ قرآن سیکھے اور محللات ومحرمات شرعیہ کو جانے تاکہ مرضیات رب کے مطابق زندگی گذار کر مقصدِ حیات کو پورا کر سکیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اعلامیہ جاری فرمایا تھا کہ ''ہر مسلمان مرد وعورت پر علم حاصل کرنا فرض ہے'' (مسلم) چناں چہ مسجدِ نبوی میں تعلیمی حلقے لگنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی نگرانی فرماتے، ان مجالس علم میں شریک ہوکر ان کی حوصلہ افزائی کرتے، اطراف مکہ ومدینہ سے جو لوگ حاضر خدمت ہوکر مشرف بہ اسلام ہوتے اور دین سیکھنا چاہتے آپ اُن کے لئے معلمین کا انتظام فرماتے، صحابہ کرامؓ میں جو علم حاصل کرنے آتے وہ ''مدرسہ نبوی'' میں داخلہ لے کر براہِ راست آپ سے استفادہ کرتے، نیز صحابیاتؓ کے لئے ہفتہ میں ایک دن مقرر کیا گیا جن سے وہ بھی علم حاصل کرنے لگیں، بلکہ اُنھیں جو جو مسائل پیش آتے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کی وساطت سے اس کا علم حاصل کرتی رہتیں۔ اس طرح آپ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں ''امانتِ علم'' صحابہ کرامؓ کے حوالے کر دی اور اُنھیں آگے پہونچانے کی تاکید فرما دی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صحابہ کرامؓ کی مجالس علم سجتی رہیں، لوگ وراثت نبوت سے حصہ پاتے رہے، تابعینؒ نے تبع تابعین تک، اور انہوں نے مفسرین و محدثین، ائمہ مجتہدین، فقہاء کرام، اور علماء واتقیاء تک یہ علم پہونچایا۔ ہر دور میں ایک جماعت منجانب اللہ ایسی تیار ہوتی رہی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس امانت ووراثت کو بہ حفاظت اگلوں تک پہونچاتی رہی اور آج بھی الحمد للہ موجود ہے اور بہ امرِ الٰہی آئندہ بھی موجود رہے گی۔ انشاء اللہ العزیز۔

دین وشریعت کا تفصیلی علم حاصل کرنا امت پر فرض کفایہ ہے لیکن ہر مسلمان پر بقدر ضرورت دین کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے، جس سے اُنھیں امورِ زندگی میں مرضیات الٰہی ونا مرضیتِ رب کا علم اور حلال وحرام کی تمیز آ جائے؛ لیکن عوام الناس میں کچھ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ ہم زندگی گزارنے میں شرع کے پابند نہیں ہے ما انزل الرحمٰن من شیئ جو کہ کفار ومشرکین کا نظریہ تھا۔ بعض لوگوں نے فرض علم کو عبادات تک محدود کر دیا ہے کہ طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، قربانی، تلاوت وذکر اور اوراد وظائف کے چند احکام جان لینے ہی کو کافی سمجھ رہے ہیں، اخلاق وتہذیب اور آداب زندگی کا شدبُد علم رکھتے ہیں باقی شعبہ ہائے حیات میں دین وشریعت کو دخیل نہیں مانتے اور نہ ان کے متعلق مسائل کا علم حاصل کرنے کو ضرور تصور کرتے ہیں، اصل بات یہ ہے کہ اِن کو یہ تو معلوم ہوا کہ دین کا علم حاصل کرنا فرض ہے مگر کتنا اور کس سے حاصل کرنا چاہیئے؟ ان میں وہ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں، جب کہ بعض اللہ کے سیدھے سادے مخلص بندے یہ جاننے کے لئے کوشاں ہیں کہ ہمارے ذمے دین کا کتنا علم حاصل کرنا فرض ہے؟

اسے سمجھنے کے لیے عہد نبوت میں صحابہؓ وصحابیاتؓ کے سوالات کا تھوڑا سا جائزہ لیں تو بات بالکل واضح ہو جائے گی، قرآن حکیم واحادیثِ مبارکہ میں صحابہؓ کے سوالات کے تفصیلی واقعات آئے ہیں،___اور بعض کفار ومشرکین کے سوالات بھی ہیں لیکن اِن کے سوالات تو استہزاء وتمسخر اور محض امتحان پر مبنی رہتے تھے،___ اور مخلص صحابہؓ فہمِ دین کے لیے سوالات کرتے تھے۔ مثلاً

بعض صحابہ کرامؓ نے مصارفِ صدقات دریافت کئے تو بتایا گیا کہ والدین، اقرباء، مسکین، ویتیم اور مسافرین پر خرچ کرو۔

کبھی اشہرِ حرم (محترم مہینوں) میں جنگ وقتال کرنا جائز ہونے نہ ہونے کے بارے میں پوچھا گیا، اُنھیں اُس سے باز رکھا گیا۔

بعض صحابہؓ نے پوچھا: راہِ خدا میں کتنا خرچ کریں؟ بتایا گیا کہ زائد مال خرچ کرو۔

بعض نے زمانۂ حیض میں بیوی سے قرب اور اُس سے علاحدگی کے متعلق سوال کیا: بتایا گیا کہ زمانۂ ناپاکی میں صحبت سے اجتناب کریں البتہ اس کے ساتھ گھر پر رہنے میں کوئی حرج نہیں۔

کبھی پوچھا گیا کہ یتیموں پر اُن کا مال خرچ کرنے میں کیا ہدایات ہیں؟ چوں کہ عرب اُن کے اموال اپنے اموال میں ضم کرنے معیوب ومنحوس سمجھا جاتا تھا؟ بتایا گیا کہ اس طرح اُن کے اموال اپنے اموال کے ساتھ ضم کرنے میں کوئی مسئلہ نہیں، البتہ اُن کی حق تلفی نہ کرے۔

کچھ لوگوں نے شراب اور جوّے کے بارے میں پوچھا: بتایا گیا کہ وہ دونوں بڑے گناہ کی باتیں ہیں یعنی اس سے بچنا چاہیئے۔ کسی نے شراب کے برتنوں کے استعمال کے بارے میں معلوم کیا تو بتایا گیا کہ انھیں بھی استعمال کرنا ممنوع ہے۔

کسی صحابیہؓ نے حضرت صدیقہ عائشہؓ کے پاس ایک ڈبیہ بھیجی اور معلوم کیا کہ کیا مجھے پاکی حاصل ہوگئی؟ بتایا گیا کہ جب تک خالص سفیدی نہ دیکھ لو پاکی نہیں ہوگی۔

کسی صحابیہؓ نے دربارِ نبوت میں حاضر ہو کر سوال کیا کہ میرے شوہر نے ظہار کیا ہے؟ شریعت میں اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ زمانہ جاہلیت میں تو طلاق ابدی سمجھی جاتی ہے، جواب میں سورۂ مجادلہ کی آیات نازل ہوئیں اور اُنھیں تفصیل سے احکام بتلائے گئے۔

ایک خاتون آئیں اور پوچھا کہ کیا میں حج بدل کر سکتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی۔

اس کے علاوہ مسلم معاشرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ منکرات دیکھتے اس پر برابر نکیر فرماتے اور اُنھیں تعلیم

فرماتے رہتے تھے، مثلاً بے پردگی ہوگئی، سامانِ تجارت کی فروخت میں جھوٹ و دھوکے سے کام لیا گیا، ازواج میں نامناسب گفتگو ہوگئی، خواتین سے مردوں کو کوئی ضرورت پیش آ گئی تو بے حجابی ہوگئی، عورتوں کو باہر جانا پڑے سر پر ڈوپٹہ ڈالے بغیر جانے لگیں، جاندار تصویر والے کپڑے اور سونا چاندی مردوں نے استعمال کرلیا، گھروں پر بے وقت اور بے استیذان گھسنے لگے، اولاد و ماتحتوں کی تربیت میں لاپرواہی ہوگئی، بے جا غصہ کسی کے مزاج میں غالب ہے، کسی پر عبادات میں اتنا انہماک ہے کہ حقوقِ واجبہ میں کوتاہی ہونے لگی۔

غرض یہ کہ زندگی کے تمام ہی شعبوں میں دینی راہنمائی کی گئی اور چاہے انہوں نے پوچھا ہو یا نہ پوچھا ہو، غلطی پر اُنھیں متنبہ کیا گیا ہے، یہی اُسوہ اس وقت کے مسلمانوں کو اختیار کرنا ضروری ہے، تمام شعبہائے زندگی میں پہلے دینی مسائل معلوم کریں پھر اسے اپنی زندگی کا حصہ بنانے کی فکر کریں۔ دینِ اسلام کامل و مکمل مذہب ہے، ایسا کہیں نہیں ہوگا کہ اس نے مسلمانوں کی کسی گوشۂ حیات میں شرعی رہنمائی سے غفلت برتی ہو۔

سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۲۲ کے تحت حضرت مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب رحمہ اللہ نے معارف القرآن میں فرض عین علم کا جو خلاصہ پیش کیا اُسے یہاں درج کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

''ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے کہ اسلام کے عقائد صحیحہ کا علم حاصل کرے اور طہارت، نجاست کے احکام سیکھے، نماز روزہ اور تمام عبادات جو شریعت نے فرض و واجب قرار دیے ہیں ان کا علم حاصل کرے، جن چیزوں کو حرام یا مکروہ قرار دیا ہے ان کا علم حاصل کرے، جس شخص کے پاس بقدرِ نصاب مال ہو اس پر فرض ہے کہ زکوٰۃ کے مسائل و احکام معلوم کرے، جس کو حج پر قدرت ہے اس کے لیے فرض عین ہے کہ حج کے احکام و مسائل معلوم کرے، جس کو بیع و شراء کرنا پڑے یا تجارت و صنعت یا مزدوری و اجرت کے کام کرنے پڑے اس پر فرض عین ہے کہ بیع و اجارہ وغیرہ کے مسائل و احکام سیکھے، جب نکاح کرے تو نکاح کے احکام و مسائل اور طلاق کے احکام و مسائل معلوم کرے۔ غرض جو کام شریعت نے ہر انسان کے ذمے فرض و واجب کیے ہیں ان کے احکام و مسائل کا علم حاصل کرنا بھی ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

احکامِ ظاہرہ نماز روزے کو تو سبھی جانتے ہیں کہ فرض عین ہے اور ان کا علم حاصل کرنا بھی فرضِ عین ہے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری اسی آیت کے تحت لکھا ہے کہ: اعمال باطنہ اور محرمات باطنہ کا علم جس کو عرف میں علم تصوف کہا جاتا ہے چونکہ یہ باطنی اعمال بھی ہر شخص پر فرض عین ہے تو ان کا علم بھی سب پر فرض عین ہے۔

آج کل جس کو علم تصوف کہا جاتا ہے وہ بھی بہت سے علوم و معارف اور مکاشفات و واردات کا مجموعہ بن

گیا ہے اس جگہ فرض عین سے مراد اس کا صرف وہ حصہ ہے جس میں اعمال باطنہ فرض وواجب کی تفصیل ہے مثلاً عقائد صحیحہ جس کا تعلق باطن سے ہے یہ صبر، شکر، توکل، قناعت وغیرہ ایک خاص درجے میں فرض ہے یا غرور وتکبر حسد وبغض، بخل وحرصِ دنیا وغیرہ جواز روئے قرآن وسنت حرام ہیں، ان کی حقیقت اور اس کے حاصل کرنے یا حرام چیزوں سے بچنے کے طریقے معلوم کرنا بھی ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے، علم تصوف کی اصل بنیاد اتنی ہی ہے جو فرض عین ہے۔" (معارف القرآن: ۴/ ۵۲، ۵۳)

اب دوسرا سوال یہ رہ جاتا ہے کہ دین کا علم کس سے حاصل کریں؟ اس کا جواب بالکل ظاہر ہے، طب اطباء اور ڈاکٹرز سے، وکالت، وکلاء اور قانون دانوں سے، تجارت، ماہر تجار سے، زراعت کاشتکاروں سے، صنعت وحرفت اُن کے پیشہ ور ماہرین سے، سیاست سیاست دانوں سے، قیادت قائدین سے، فن تعمیر معماروں سے، آرٹ آرکیٹچر سے، مزدوری مزدوروں سے، آہک پاشی پینٹرس سے کوئی فن ہو بڑا یا چھوٹا وہ اس کے ماہرین سے حاصل کیا جاتا ہے، اسی طرح دین کا علم بھی دین کے ماہرین یعنی علماء ربانیین سے حاصل کرنا چاہیئے، اللہ پاک کا ارشاد ہے: اگر معلومات نہ ہوں تو اہل علم سے علم حاصل کرو۔ ابتداء میں بتایا جاچکا ہے جتنے سوالات کئے گئے وہ براہِ راست یا بالواسطہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئے گئے ہیں کیوں کہ اُس وقت علم شریعت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے پاس تھا، آپ کے بعد صحابہ کرامؓ سے اور اُن کے بعد تابعین وتبع تابعین سے اور اس کے بعد ہر دور کے علماءِ اُمت سے دین سیکھا گیا اور انہیں سے سیکھنے کا حکم ہے۔

آج کے دور میں یہ مرض عام ہو چکا ہے کہ دین علماء کو چھوڑ کر، دین بیزاروں، جاہلوں، منہجِ شریعت سے ناواقف نام نہاد اسلامی اسکالروں، بلکہ گم راہ اور گم راہ کرنے والوں سے، جاہل دوستوں اور انٹرنیٹ کے غیر مستند ذرائع سے دین سیکھا جارہا ہے یا خود کو جو سمجھ میں آیا اُسے دین سمجھ کر عمل کیا جارہا ہے، نتیجہ ظاہر ہے کہ افکار واذہان منتشر ہے، دین کے بارے میں شکوک وشبہات عام ہیں، امتِ مسلمہ کے بے ہنگم طریقۂ زندگی نے اقوام میں عالَم میں اسلام کی غلط تصویر پیش کی ہے جس سے لوگ بجائے دین سے قریب ہونے کے اپنے کفریہ مذہب پر جمے رہنے کو ترجیح دے رہے ہیں اور تو اَور خود مسلمان نوجوان لڑکے اور لڑکیاں دین کا صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے ارتداد کا شکار ہورہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ دین کا فرض علم ہر مسلمان حاصل کرے اور علماء سے حاصل کرے۔ اللہ پاک توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

گوشہ سیرت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک اِراشی کو حق دلایا

قبیلہ اِراش کا ایک شخص اونٹ بیچنے کے لئے مکہ آیا، ابو جہل نے اُسے خرید لیا، لیکن اس کی قیمت دینے میں ٹال مٹول کرنے لگا، اِراشی قریش کی ایک جماعت کے پاس فریاد لے کر آیا اور کہا کہ مجھے ابو جہل سے میرا حق کون دلائے گا؟ میں مُسافر، پردیسی آدمی ہوں، میں اپنا حق لینے میں اس سے عاجز ہو چکا ہوں۔ اُس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گوشہ مسجد میں تشریف فرما تھے، اہل مجلس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ شخص تمہیں حق دلائے گا۔ چوں کہ وہ جانتے تھے کہ ابو جہل اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے درمیان عداوت چل رہی ہے اور یہ تماشہ دیکھنا چاہتے تھے کہ کیا ہوگا؟ اس لئے اس سے کہا: اُس شخص کے پاس جاؤ وہ تمہارا حق دلائے گا۔

وہ اِراشی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آیا اور اپنا مسئلہ رکھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسے حق دلانے کے لئے ساتھ ہو گئے، اس مجلس کے ایک شخص نے کہا کہ میں اِن کے پیچھے پیچھے جاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ وہاں کیا ہوتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ابو جہل کے گھر گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، اس نے پوچھا کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: محمد، باہر آؤ۔ وہ جب باہر آیا تو اس کے چہرہ کے رنگ اُڑ گیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اس شخص کو اس کا حق دے دو، اُس نے کہا: یہیں رکئیے میں ابھی دے دیتا ہوں، اندر گیا اور اُس کے پیسے اُسے لا کر دے دیئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اراشی سے کہا کہ اپنا حق لے لو اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہاں سے چلے گئے۔ اراشی ان مجلسیوں کے پاس آیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ اُنھیں جزائے خیر عطا فرمائے انہوں نے مجھے حق دلایا ہے۔

پھر اس شخص سے جو اِن حضرات کے ساتھ تماشہ دیکھنے گیا تھا لوگوں نے پوچھا: کیا ہوا؟ اس نے کہا: حیرت ناک بات پیش آئی، آپ نے دروازہ کھٹکھٹایا تو وہ باہر آیا ایسا لگ رہا تھا کہ اس کے جسم سے روح نکل گئی ہو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہا کہ اس کا حق دے دو، ابو جہل اندر گیا اور اس کا حق لا کر دے دیا۔ اتنے میں ابو جہل بھی وہاں آ گیا، لوگوں نے کہا: بربادی ہو تیری! تجھے کیا ہوا؟ ہم نے کبھی تجھے ایسا کرتے نہیں دیکھا؟، اس نے جواباً کہا: تباہی تو تمہاری ہو! بہ خدا انہوں نے جیسے ہی دروازہ کھٹکھٹایا اور میں نے ان کی آواز سنی مجھ پر خوف طاری ہو گیا، پھر میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا ایک اونٹ میرے سر پر کھڑا ہے، اس کی جیسی کھوپڑی، اس کی جیسی گردن اور اس کے جیسے دانت میں نے کبھی نہیں دیکھے۔ اگر میں نہ دیتا تو وہ اونٹ مجھے کھا جاتا۔ (دلائل النبوۃ: ۲/ ۱۴۰)

گوشۂ سیرت

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غیر مسلموں کی نظر میں

از: مولانا قاضی محمد فیاض عالم قاسمی*

مذہب اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کی فطرت میں قدرت نے یہ کشش رکھی ہے کہ انسان اگر سنجیدگی اور منصفانہ مزاج سے غور کرے تو وہ ضرور اس کا معترف ہو جاتا ہے، گویا کہ حق ایک ایسی چیز ہے جو قلب سلیم اور منصف دل کو دستک دیئے بغیر نہیں رہتی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کی حقانیت کا اعتراف نہ یہ کہ صرف اس کے ماننے والوں نے کیا؛ بلکہ اس کی واضح ہدایات اور روشن تعلیمات سے محروم رہنے والوں نے بھی ان کی خوبیوں کے گن گائے ہیں۔ اگر ہم تاریخ کے جھروکے میں جھانکیں تو معلوم ہوگا کہ پیغمبر اسلام، ہادی عالم، رہبر کامل، فخر کائنات، نبی آخرالزماں، حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اسلام کے بدترین دشمنوں نے بھی پرتپاک انداز میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔ قرآن کریم نے آج سے چودہ سو سال سے قبل بعض غیر مسلموں کے بارے میں کہا تھا کہ یہ لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں، مگر اس کے باوجود وہ حق سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ (سورۃ البقرۃ: ۱۴۶)

مشرکین مکہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی زندگی کے تیرہ سال مکہ میں بہت ہی کٹھن اور دردناک اذیتوں کے ساتھ گزاری۔ آپ نے شِعب ابی طالب میں تین سال قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، محض دعوتِ حق کی وجہ سے مشرکین مکہ نے طرح طرح کی تکلیفیں دیں، آپ کا راستہ روکا گیا، جسم اطہر پر غلاظت پھینکی گئی، پتھر پھینکے گئے، جس سے جسم اطہر لہولہان ہوگیا، راستے میں کانٹے بچھائے گئے، اسی پر بس نہیں، بلکہ قتل کی سازش رچی گئی، لیکن قربان جایئے ایسے جانی دشمن بھی آپ کو الصادق الامین یعنی سچا اور امانت دار کہتے تھے۔

جب حجر اسود کو دیوار کعبہ پر نصب کرنا تھا، تو مکہ کے قبیلے اس سعادت کے لئے جھگڑنے لگے، ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ اس کو یہ سعادت ملے، بالآخر آپ کے دشمنوں نے آپ ہی کو حَکم تسلیم کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو فیصلہ کریں گے اور جس طرح کریں گے، ہمیں منظور ہے۔ الحمدللہ آپ نے بحسن و خوبی سارے قبیلے کو یہ موقعہ عنایت فرماتے ہوئے پتھر کو اس کے مقام پر اپنے دست مبارک سے رکھا۔ جس پر کسی نے بھی چوں چرا نہیں کی۔

* قاضی شریعت دارالقضاء آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، ممبئی

حضرت ابوسفیانؓ: جب نبی کریم ﷺ نے روم کے بادشاہ ہرقل کے پاس دعوتی خط بھیجا تو ہرقل نے مکہ کے ایک قافلہ، جس میں حضرت ابوسفیان بھی تھے، کو بلا بھیجا تا کہ اس خط میں مذکور شخصیت کے بارے میں جانکاری حاصل کی جاسکے۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اس وقت اسلام قبول نہیں کیا تھا، مگر اس کے باوجود انھوں نے ہرقل کی پوچھ تاچھ میں حق گوئی کا مظاہرہ کیا، خود حضرت ابوسفیانؓ کہتے ہیں کہ میں چاہتا تھا کہ محمد کے بارے میں جھوٹ موٹ بول کر ان کو محمد ﷺ سے بدگمان کر دوں، لیکن مجھے خوف تھا کہ میری قوم مجھے جھوٹ کا طعنہ دے گی، اور اندر سے دل بھی آمادہ نہیں تھا، اس لئے مجھے مجبورا حضرت محمد ﷺ کے حسب ونسب، سچائی، امانت داری، اور ان کے پیغامِ حق کے بارے میں ہرقل کے سامنے سچ سچ کہنا پڑا۔

ہر زمانہ میں ایسے مفکرین، مؤرخین اور اصحاب علم ودانش پیدا ہوئے جنھوں نے نبی کریم ﷺ کی ذات، آپ کی اعلیٰ صفات، آپ کی پاکیزہ سیرت، آپ کے بلند اخلاق وکردار، آپ کی عادات شریفہ، آپ کی حکمت عملی، اور فکر وتدبر کو تسلیم کیا، داد دی، پھر آنے والی نسلوں کے لئے شہادت کے طور پر سپرد قرطاس کیا۔

کرَ چیز انسائیکلو پیڈیا: پیغمبر اسلام ﷺ کی تعریف وتوصیف اور پاکیزہ سیرت کا ایک مختصر خاکہ عیسائیوں کی طرف سے مرتب کردہ: ''کرَ چیز انسائیکلو پیڈیا'' میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عظیم اخلاق پر فائز تھے، خندہ زن اور پُر استقامت تھے غصہ کو پینے والے اور شدت سے دور تھے وہ ظالم نہیں تھے، اپنے مسلمان متبعین کو اخلاق حمیدہ اور خوش روئی سے آراستہ ہونے کا حکم دیتے تھے۔

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا: اسی طرح انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں ہے: تمام پیغمبروں اور مذہبی شخصیتوں میں محمد سب سے زیادہ کامیاب ہیں۔

مائیکل، ایچ، ہارٹ: امریکی ماہر فلکیات ''مائیکل، ایچ، ہارٹ'': (Michael.H.Hart) نے آدم علیہ السلام سے لیکر اپنے زمانہ تک کے مشہور اور ممتاز شخصیتوں پر تحقیق کر کے ان میں (۱۰۰) افراد کو منتخب کیا اور ان سو اہم شخصیتوں میں سب سے اہم شخصیت محمد ﷺ کو قرار دیا اور اپنی کتاب میں سب سے پہلے آپ ﷺ کا تذکرہ کیا اور عیسائی ہونے کے باوجود آپ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کیا، اس پر بعض عیسائیوں نے اعتراضات کئے تو دوسرے ایڈیشن میں اس نے یہ کہتے ہوئے جواب دیا کہ بہت غور وفکر کے بعد جن کا جو مقام تھا میں نے انہیں وہ مقام دیا ہے۔ مائیکل ہارٹ کہتے ہیں کہ دنیا میں جتنے بھی لوگوں نے انقلابی کارنامے انجام دیئے وہ کارنامے ان کے بغیر بھی رونما ہو سکتے تھے، مگر حضرت محمد ﷺ نہ ہوتے تو اتنا عظیم کارنامہ کبھی انجام نہیں پا سکتا تھا۔

نپولین بونا پارٹ: محسن انسانیت آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی پر تبصرہ کرتے ہوئے نپولین بونا پارٹ

،Napoleon Bonaparte رقم طراز ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات ایک مرکز ثقل تھی جس کی طرف سب کھنچے چلے آتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات نے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنالیا اور ایک گروہ پیدا ہو گیا جس نے چند ہی سالوں میں دنیا کو جھوٹے خداؤں سے آزاد کرا دیا۔ عرب کے لوگوں نے بتوں اور جھوٹے خداؤں کی پرستش سے توبہ کرلی، مٹی کے بت مٹی میں ملا دیئے گئے، یہ حیرت انگیز کارنامہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات اور ان پر عمل کرنے کے سبب انجام پایا۔

ریجنلڈ باسورتھ اسمتھ: ریجنلڈ باسورتھ اسمتھ. مشہور برطانوی مصنف ہیں، کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی دراصل سورج کی طرح ہے جس کی کرنیں پوری دنیا کو منور کئے ہوئے ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری ایام تک سادگی اور عاجزی کو اپنائے رکھا۔ **جارج برنارڈ شا:** جارج برنارڈ شا George Bernard Shaw کہتے ہیں کہ اگر روتی سسکتی انسانیت سکون چاہتی ہے تو اسے آج بھی وہ اصول رائج کرنے پڑیں گے جو پیغمبر اسلام نے ۱۴/ سو سال پہلے پیش کئے تھے۔ **ولیم مور:** سر ولیم مور۔ Sir William More کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے دور ہی کے عظیم ترین انسان نہیں تھے؛ بلکہ آنے والے تمام انسانوں کی عظیم ترین ہستی تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک عظیم ترین مدبر حکومت اور سیاستدان کی طرح مختلف الخیال اور مختلف العقیدہ اور آپس میں منتشر لوگوں کو یکجا اور متحد کرنے کا کام بڑی مہارت سے سرانجام دیا۔

آر۔ایچ جارج: عظیم مفکر آر۔ایچ جارج R.H George رقم طراز ہیں کہ تاریخ میں صرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شخصیت ہی ایسی ہے جس نے مذہبی اور غیر مذہبی امور میں بھی عظیم کامیابی حاصل کی ہے۔

پروفیسر راما کرشنا راو: پروفیسر راما کرشنا راو، میسور یونیورسٹی میں پروفیسر تھے، لکھتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قلب مبارک محبت اور اخوت سے لبریز تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زندگی بھر اپنے بدترین دشمن کو بھی معاف کرتے رہے ہیں۔ ذات محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک ایسی گھٹا تھی جو خشک آسمانوں پر پھیل گئی، وہ روشنی کا ایک مینارہ تھی۔ چودہ صدیاں ختم ہو گئیں مگر یہ روشنی اپنی جگہ پر قائم ہے اور امتداد زمانہ کے باوجود اس چراغ کی لُو سے زمانہ آج تک رہنمائی حاصل کر رہا ہے۔ آپ مزید کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شخصیت اور اس کی پوری سچائی میں جانا بہت مشکل ہے۔ ہم صرف چند پہلوؤں کو ہی پکڑ سکتے ہیں۔ محمد ایک نبی بھی ہیں، محمد ایک سپہ سالار بھی ہیں، تاجر بھی ہیں، خطیب بھی ہیں، مبلغ بھی ہیں، یتیموں کے مولیٰ بھی ہیں، غلاموں کے محافظ بھی ہیں، (مظلوم) عورتوں کے نجات دہندہ بھی ہیں، جج بھی ہیں، ولی بھی ہیں، ان تمام اعلیٰ صفات میں اور انسانی سرگرمیوں میں وہ ایک ہیرو کی طرح ہیں۔

رانا بھگوان داس: رانا بھگوان داس لکھتے ہیں کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ آتے تو دنیا کا ظلم بڑھتے بڑھتے اس کو

تباہ کر دیتا، اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو یورپ کے تاریک زمانے دو چند بلکہ سہ چند تاریک تر ہو جاتے۔ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو انسان ریگستانوں میں پڑے بھٹکتے پھرتے۔ جب میں آپ کے جملہ صفات اور تمام کارناموں پہ بحیثیت مجموعی نظر ڈالتا ہوں کہ آپ ﷺ کیا تھے؟ اور کیا رہے ہوں گے اور آپ ﷺ کے تابعدار صحابیوں نے جن میں آپ ﷺ نے زندگی کی روح پھونک دی تھی کیا کیا کارنامے دکھائے تو آپ ﷺ مجھے سب سے بڑے بزرگ، سب سے برتر دکھائی دیتے ہیں۔

مہاتما موہن داس چند گاندھی جی: بابائے قوم، مہاتما موہن داس کرم چند گاندھی جی کہتے ہیں کہ اُس وقت جب کہ مغرب خطرناک تاریکی میں بھٹک رہا تھا مشرق میں روشن ہونے والے اسلام کے بلند سورج نے مستحق عذاب دنیا کو روشن و منور کر دیا اور باشندگان دنیا کو سلامتی، راحت و طمانینیت بخشا، دین اسلام باطل مذہب نہیں، جب بھی ہندوؤں نے اس کا گہرائی سے مطالعہ کیا ہے اور اسکے بارے میں تلاش و جستجو کی ہے تو وہ اس کے ایسے ہی گرویدہ ہو گئے جیسا میں اس کا گرویدہ ہوں۔

پنڈت گوپال کرشن: پنڈت گوپال ایڈیٹر بھارت سماجار بمبئی مہا پرش کے عنوان سے آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ یوں بیان کرتے ہیں: رشی محمد ﷺ صاحب کی زندگی پر جب ہم وچار کرتے ہیں تو یہ بات صاف نظر آتی ہے کہ ایشور نے ان کو سنسار سدھارنے کے لئے بھیجا تھا ان کے اندر وہ سکتی موجود تھی جو ایک گریٹ ریفامر اور ایک مہا پرش (ہستی اعظم) میں ہونی چاہیے وہ عرب کے فاتح اعظم تھے مگر مفتوح اقوام کے لئے پیغام رحم و کرم تھے آپ ﷺ کی تعلیم میں ایک چمکتا ہوا ستارہ یہ بھی ہے کہ وہ امیر و غریب کو ایک ہی سطح پر زندگی بسر کرنے کا ڈھب سکھلاتے تھے آپ ﷺ کا قول تھا کہ غریب کے پہلو میں بھی دل ہے جو اچھے سلوک سے خوش اور برے سلوک سے ناخوش ہوتا ہے۔

جیسا کہ معلوم ہے کہ پیغمبر اسلام کا نام محمد ہے، محمد کے معنیٰ ہیں جس کی خوب خوب تعریف کی جائے۔ آج یہ حقیقت ہے کہ پوری دنیا میں صبح و شام بلکہ ہر لمحہ اور ہر سکنڈ میں آپ ﷺ کی تعریف بیان کی جاتی ہے، لکھی جاتی ہے، سنی جاتی ہے، اپنے تو اپنے غیر بھی آپ کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہیں، غیر مسلموں نے بھی آپ کے بارے میں بہت کچھ کہا اور لکھا ہے، انھوں نے بھی آپ کی سیرت پر کتابیں لکھیں، پی ایچ ڈی کیئے، ریسرچ کیئے، اور پھر دنیا کے سامنے گواہی دی، ہم کہاں تک ان کو شمار کرائیں؟ کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے کہ ؎ حق وہ ہے جس کی گواہی دشمن بھی دے

مگر افسوس کہ ان غیر مسلموں نے صرف آپ کو جانا اور خوب جانا، لیکن مانا نہیں، کاش کہ وہ مان بھی لیتے!

گوشہ خواتین

اسلام کی باکمال خواتین

حضرت اُم فروہ بنت ابی قحافہ رضی اللہ عنہا

(حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ)

از: مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی*

نام ونسب: خاندان قریش قبیلہ ''بنو تیم'' سے تعلق رکھتی تھیں، سلسلۂ نسب اس طرح ہے: ''ام فروہ بنت ابی قحافۃ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ اور سگی بہن ہوتی ہیں۔

قبول اسلام اور نکاح

ان کے قبول اسلام کا زمانہ تو معلوم نہیں، لیکن تمام اہل سیر اس بات پر اتفاق ہے کہ شرف ایمان واسلام سے مشرف ہوئیں، ان کی شادی حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ سے ہوئی، جو یمن کے علاقہ ''کندہ'' کے حکمراں تھے، انہوں نے ۱۰ھ میں ایک وفد کے ہمراہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوکر قبول اسلام کیا۔

شوہر کا دوبارہ قبول اسلام اور نکاح

لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دارِفانی سے پردہ فرماجانے کے بعد ان کے شوہر اشعث بن قیس فتنہ ردت میں مبتلا ہوگئے، لیکن بعد میں انہیں گرفتار کر کے خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لایا گیا، پھر انہوں نے سچے دل سے توبہ کی اور اپنی اس غلطی پر ندامت وافسوس کا اظہار کیا، ان کے دوبارہ قبول اسلام کے بعد نہ صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے معافی کا پروانہ جاری کیا؛ بلکہ اپنی بہن کا نکاح دوبارہ ان سے فرمادیا، نکاح کے بعد اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ بازار گئے، اونٹوں کی منڈی لگی ہوئی تھی، انہوں نے وہاں تلوار سونت لی اور جو اونٹ سامنے آتے گئے ان کی کونچیں کاٹ کر نیچے گراتے گئے، لوگ حیرت زدہ تھے، تب اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ اگر میں اپنے وطن میں ہوتا تو اور بھی زیادہ

* ادارہ علم وعرفان، حیدرآباد، واستاذ حدیث دارالعلوم دیودرگ

سروسامان ممکن ہوتا، پھراس کے بعد تمام اونٹوں کی قیمت ادا کردی اور اہل مدینہ سے مخاطب ہوکر فرمایا: یہ آپ لوگوں کی دعوت ہے۔"لما قدم بالأشعث بن قيس أسيرا على أبي بكر الصديق رضي الله عنه أطلق وثاقه، وزوجه اخته، واخترط سيفه ودخل سوق الإبل، فجعل لا يرى جملا، ولا ناقة إلا عرقبه، وصاح الناس، كفر الأشعث، فلما فرغ طرح سيفه، وقال: إني والله ما كفرت، ولكن زوجني هذا الرجل اخته، ولو كنا في بلادنا لكانت لنا وليمة غير هذه، يا أهل المدينة اغدوا، وكلوا، ويا أصحاب الإبل تعالوا اخذوا اشرواها"

(معرفۃ الصحابۃ لابن نعیم: ۱/ ۲۸۵، دار الوطن للنشر، الریاض)

روایات

امام احمد بن حنبل، امام ترمذی اور ابوداؤد رحمہم اللہ نے حضرت ام فروہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل بہتر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "نماز کو اول وقت میں ادا کرنا"۔"إن أحب الأعمال إلى الله عز وجل الصلاة في أول وقتها"۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب، ام فروۃ بنت ابی قحافۃ، دار الجیل، بیروت)

اولاد

حضرت ام فروہ رضی اللہ عنہا کو حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کی صلب سے، تین لڑکے: محمد، اسحاق اور اسماعیل اور دو لڑکیاں: حبابۃ اور قریبہ تولد ہوئیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ کی وفات پر رونا

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو حضرت ام فروہ بھائی کی وفات پر رو پڑی، چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے ہشام بن ولید سے کہا کہ عورتوں کو باہر نکال دو، چنانچہ ہشام بن ولید ایک ایک عورت کو باہر نکالنے لگے، چنانچہ انہیں خواتین میں حضرت ام فروہ رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں،"فجعل يخرجهن امرأة امرأة حتى خرجت أم فروة" (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ام فروۃ، ۸/ ۴۴۸، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

وفات:

اہل سیر اور اہل تاریخ نے ان کی سن وفات کا ذکر نہیں کیا ہے۔ البتہ ان کے شوہر کا انتقال سن ۴۰، ۴۲ھ میں ہوا۔

اصلاحی مضامین

موجودہ عالمی مسائل کا حل اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مولانا سید احمد ومیض ندوی نقشبندی*

دورِ حاضر سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کا دور ہے، مواصلات کی حیرت انگیز ترقی نے ساری دنیا کو گلوبل ولیج میں تبدیل کر دیا ہے، انٹرنیٹ کی ایجاد نے معلومات کے انبار لگا دیئے ہیں، علم وسائنس کے بڑھتے قدموں نے وسائلِ زندگی میں بے تحاشہ اضافہ کر دیا ہے، ہر قسم کے سامان آرائش کی فراوانی ہے، لیکن یہ تصویر کا صرف ایک رخ ہے، دورِ حاضر کی تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ وسائل کی بہتات کے باوجود موجودہ دور کا انسان مسائل میں گھرا ہوا ہے، اس وقت ساری انسانیت انتہائی پیچیدہ قسم کے مسائل میں گرفتار ہے، مغربی ممالک ہوں کہ مشرقی دنیا، ترقی یافتہ علاقے ہوں کہ پسماندہ ممالک ساری انسانی آبادی الجھنوں کا شکار ہے، عالمگیر نوعیت کے مسائل کا سامنا ساری دنیا کو ہے، اور ایسا بھی نہیں کہ ان مسائل کے حل کے لیے کوئی سنجیدہ کوشش نہیں ہوتی بلکہ دنیا بھر کے دانشور اور بے پناہ دماغی صلاحیتوں کے حامل مفکر اور صفِ اول کے مدبر بار بار سر جوڑ کے بیٹھتے ہیں اور مسائل کے حل کے لیے عالمی کانفرنسوں اور سیمیناروں کا انعقاد عمل میں لایا جاتا ہے، اور بعض مسائل ایسے ہیں جن کے حل کے لیے اقوام متحدہ کی نگرانی میں باقاعدہ بیٹھکیں ہوتی ہیں، مگر نشستند وخوردند وبرخاستند کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

انسانیت کو لاحق مسائل کا حل وہی ذات کر سکتی ہے جو انسانوں کی خالق ہے جس پروردگار نے انسان کی شکل میں حیرت انگیز مشین بنایا ہے وہی بہتر طور پر جانتا ہے کہ اس مشین کو کیا کمزوریاں لاحق ہو سکتی ہیں اور اس میں آنے والی خرابیوں کو کیسے دور کیا جا سکتا ہے چنانچہ اس خالق کائنات نے جہاں حضرت انسان کو پیدا فرمایا وہیں اس کے مسائل کے حل کے لیے حضرات انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا اور خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیج کر قیامت تک پیدا ہونے والے نت نئے مسائل کے حل کا سامان فراہم فرمایا، اس وقت انسانیت جتنے مسائل سے دوچار ہے اس کا حل صرف اور صرف سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تعلیماتِ اسلام میں ہے۔

اس وقت سب بڑا مسئلہ جس سے دنیا کے سارے ممالک دوچار ہیں، تحفظ وسلامتی اور انسانی حقوق کی

* استاذ حدیث دار العلوم حیدر آباد

حفاظت کا ہے، دنیا کے ہر خطہ میں انسان عدم تحفظ کا شکار ہے، انسانی خون ارزاں سے ارزاں ہوتا جارہا ہے، گزشتہ صدی میں دنیا دو عظیم جنگوں کا سامنا کرچکی ہے، جن میں لاکھوں انسان مارے گئے ان دو جنگوں کے باوجود حالات میں تبدیلی نہ آسکی، اب دنیا کی صورتِ حال یہ ہے کہ دھماکے روز کا معمول بن چکے ہیں، کسی دن کے اخبارات دھماکوں کی خبروں سے خالی نہیں ہوتے، اور ایک ایک دھماکے میں سیکڑوں لوگ ہلاک اور ہزاروں زخمی ہوتے ہیں اور لاکھوں کی املاک تباہ ہوتی ہے، عراق میں دس لاکھ سے زائد شہری مارے گئے، افغانستان میں تباہی کا سلسلہ ہنوز جاری ہے، بوسینا کی قیامت صغریٰ اب تک ذہنوں سے محو نہیں ہوئی، جہاں کی اجتماعی قبروں سے اب تک نعشیں برآمد ہورہی ہیں جن ممالک کو اپنے سیکوریٹی نظام پر ناز ہے وہاں بھی انسانی جان کو خطرات لاحق ہیں امریکہ جیسے سپر پاور ملک میں اچانک فائرنگ کے واقعات معمول بن چکے ہیں، اسکولوں میں دن دھاڑے فائرنگ ہوتی ہے، شاپنگ مالوں میں دھماکے ہوتے ہیں، الغرض پوری دنیا بارود کے ڈھیر پر کھڑی ہے، سلامتی وتحفظ کے مسئلہ پر ہر ملک انتہائی حساس ہے، سلامتی کو یقینی بنانے کے لئے نت نئے مہلک ہتھیار تیار کئے جارہے ہیں، ہر ملک اپنے بجٹ کا ایک بڑا حصہ دفاع پر خرچ کررہا ہے، اس سب کے باوجود کہیں انسانوں کو تحفظ حاصل نہیں، سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کا حل بتاتی ہے۔

آپ کی آمد سے پہلے قتل وغارت گری اور لوٹ کھسوٹ عام تھی، معمولی باتوں پر جنگ چھڑ جاتی تھی اور چالیس چالیس برس تک جاری رہتی تھی، مختلف قبائل میں آپسی رسہ کشی عروج پر تھی ایسے نازک حالات میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی پاکیزہ تعلیمات کے ذریعہ ایسا انقلاب برپا کردیا کہ خونخوار انسان امن وسلامتی کے علمبردار بن گئے، ایک دوسرے کی جان کے درپے رہنے والے ایک دوسرے پر جان نچھاور کرنے والے بن گئے، عورتوں کو مکمل تحفظ حاصل ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انسانی جان کی عظمت بڑھادی، خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر صاف اعلان کیا کہ تمہارا خون تمہارا مال ایک دوسرے کے لیے حرام ہے جس طرح یہ دن یہ شہر قابل احترام ہے، جرائم کے انسداد اور جان ومال کے تحفظ کے لیے آپ نے لوگوں میں ایک دوسرے کے حقوق کا احترام اور ان کی ادائیگی کی فکر پیدا کی، اور آخرت میں جوابدہی کا احساس پیدا کیا، چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ہر شخص خوف خدا سے سرشار ہوتا تھا، دوسروں پر ظلم تو دور رہا کسی کے بارے میں معمولی بات کہنا بھی ان کے لیے گراں گزرتا تھا، فکر آخرت اور مرنے کے بعد کی زندگی میں ہونے والے حساب وکتاب کے یقین کے بغیر حقوق انسانی کا تحفظ ممکن نہیں اور نہ ہی انسانی جانوں کے اتلاف کا یہ لامتناہی سلسلہ ختم ہوسکتا ہے، احساس جواب دہی اور آخرت کی سزا کے ڈر کے ساتھ جرائم اور قتل وغارت گری کے سد باب کے لیے آپ نے حدود

وقصاص اورتعزیرات کا مؤثر نظام قائم فرمایا، قاتل کی سزا قصاص اور چور کے لیے قطع ید،شراب نوشی پر اسی کوڑے اورشادی شدہ کے زنا میں مبتلا ہونے اور گواہوں کے ذریعہ ثابت ہونے پر سنگساری کی سزا مقرر فرمائی، موجودہ مغربی دنیا ان سزاؤں کو وحشیانہ قرار دیتی ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتی کہ ایک قاتل پر حد جاری کرنا ہزاروں افراد کے تحفظ کا ضامن ہے، چنانچہ حدود وقصاص کا یہ نظام جن مسلم مسلکوں میں رائج ہے وہاں قتل وجرائم کے واقعات کی شرح انتہائی کم ہے۔

دوسرا عالمی مسئلہ جس سے پوری دنیا دو چار ہے وہ غربت اور بھکمری ہے، آج کی مہذب دنیا میں جہاں سائنس وٹیکنالوجی کی ترقی سے اسباب زندگی اور وسائل آرائش کی بہتات ہے،مختلف ملکوں میں لاکھوں افراد نانِ شبینہ کے محتاج ہیں افریقی ملکوں میں لاکھوں باشندے ایسے ہیں جنہیں بھوک کی شدت نے ہڈی کے ڈھانچوں میں تبدیل کر دیا ہے، فاقہ کے سبب ہر سال لاکھوں افراد بلک بلک کر جان دے رہے ہیں خود ہمارے ملک میں بھی خط افلاس کے نیچے زندگی گزارنے والوں کی شرح چالیس فیصد سے زائد ہے، لاکھوں ہندوستانیوں کو ایک وقت کا صحیح کھانا نصیب نہیں حتیٰ کہ پینے کا پانی تک میسر نہیں، سیرت رسول میں اس کا علاج موجود ہے، آپ نے زکوٰۃ کا نظام قائم فرمایا اس سے ہٹ کر غریب رشتہ داروں، پڑوسیوں اور ضرورت مند انسانوں کی حاجت برآری کی تلقین فرمائی، یتیموں اور بیواؤں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی، اگر صحیح معنی میں سارے صاحب نصاب مسلمان اپنے مالوں کی زکوٰۃ نکالنے لگیں تو امت مسلمہ کا کوئی فرد بھوکا نہیں رہے گا، نبی کی ان تعلیمات کو اگر دنیا کے سارے انسان اپنالیں تو غربت کے خاتمہ میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔

ایک اور عالمی مسئلہ جس نے عالمی قائدین کی نیند حرام کردی ہے معاشی بحران کا ہے، معاشی بحران اس وقت سارے یوروپ اور امریکہ کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے، امریکہ کے بیسوں بینکوں کا دیوالیہ ہو چکا ہے، بیسیوں کمپنیاں ٹھپ پڑ چکی ہیں، مہنگائی روز افزوں ہے عام اشیاء کی قیمتیں آسمان کو چھونے لگی ہیں، سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآنی تعلیمات میں اس مسئلہ کا شافی علاج ہے، موجودہ معاشی بحران دراصل سودی نظام معیشت کی دین ہے، اسلام بلاسودی نظام معیشت پیش کرتا ہے، سودی نظام پر مبنی بینکاری فیل ہو چکی ہے، خود مغرب کے صفِ اول کے ماہرین معاشیات اس کا اعتراف کر چکے ہیں اور خود مغربی حلقوں سے بلاسودی اسلامی بینکنگ سسٹم کے لیے آواز بلند ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے، چنانچہ سود پر مبنی معیشت اپنا بوریہ بستر لپیٹ رہی ہے، اب ایک ہی راستہ رہ گیا ہے، کہ انسانیت نبی رحمت کے دامن سے وابستہ ہو جائے، اور آپ کے لائے ہوئے نظام معیشت کو رواج دے۔

موجودہ دور کی ایک لعنت جو عالمگیر شکل اختیار کر چکی ہے وہ ذات پات اور رنگ ونسل کی بنیاد پر انسانوں میں تفریق کی لعنت ہے، نسلی امتیاز اور قومیت وعلاقائیت کے تعصّبات انتہا کو پہنچ چکے ہیں، یوروپ اور امریکہ جیسے حقوق انسانی کے دعویدار ملکوں میں کالے گوروں میں امتیاز عام ہے، گورے کالوں سے اس درجہ نفرت کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ کھانے میں تک عار خیال کرتے ہیں چنانچہ گوروں کی ہوٹلوں میں کالوں کا داخلہ ممنوع ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرے سے اس کا خاتمہ کر دیا، آپ نے بتایا کہ انسانوں کے درمیان رنگ ونسل اور قومیت کی بنیاد پر تفریق دراصل انسانیت کے ساتھ ظلم ہے، سارے انسان آدم کی اولاد ہیں سب برابر کے حقوق رکھتے ہیں، انسانوں میں اگر فرق کیا جاسکتا تو وہ صرف اخلاق وکردار اور تقویٰ کی بنیاد پر کیا جاسکتا ہے، کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر اور گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں، آپ نے ایک ہی جھنڈے تلے صہیب رومی کو بھی لایا اور سلمان فارسی کو بھی، بلال حبشی کو عربوں کا سردار بنایا، نسلی امتیاز اور علاقائی عصبیت کی لعنت سے نجات سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے ممکن ہے۔

موجودہ دور کا ایک عالمی مسئلہ بدعنوانی اور کرپشن کا ہے، اس وقت پوری دنیا اس لعنت میں گرفتار ہے کرپشن سارے نظام کو کھوکھلا کر رہا ہے، ہمارا ملک تو بدعنوان ملکوں میں سرفہرست سمجھا تا ہے، جہاں بدعنوانی سیاسی زندگی کا جزو لاینفک سمجھی جارہی ہے، آئے دن اسکامس منظر عام پر آرہے ہیں ۲۰۱۰ء تو حکومت کے لیے اسکنڈلوں کا سال رہا، G2 اسپکٹرم اسکام سوسائٹی اسکام کامن ویلتھ گیمز اسکام، پتہ نہیں کن کن ناموں کے اسکام سامنے آئے، بدعنوانی قوانین سے ختم نہیں کی جاسکتی اس کے لیے جب تک سیاست دانوں میں احساس جوابدہی نہ پیدا ہو، بدعنوانی کا خاتمہ ممکن نہیں۔

اسی طرح آج کا ایک اہم مسئلہ خاندانی نظام کا بکھراؤ اور معاشرتی زندگی کا عدم استحکام ہے جو اس وقت مغربی معاشروں کو تباہی کے دہانے پر پہنچا رہا ہے، اسلامی تعلیمات کے بغیر مستحکم خاندانی نظام ممکن نہیں، مغربی معاشرے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکے ہیں، شادیوں کا تصور ختم ہوتا جارہا ہے، ۵۰ فیصد سے زائد نوجوان لڑکیاں کنواری مائیں بن رہی ہیں، بیشتر شادیوں کا انجام طلاق کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے، مغربی مما لک کے بچے ماں باپ کی شفقت سے محروم ہیں، ماں باپ اولاد پر کنٹرول کھوتے جارہے ہیں، کامیاب خاندانی اور عائلی زندگی صرف اسلام اور سیرتِ رسول پیش کرتی ہے، مغرب اگر اپنی بقا چاہتا تو اسے معاشرتی زندگی کی نبوی تعلیمات کو اپنانا ہوگا، اسلام خاندان کے ہر فرد کے حقوق وفرائض کا ایک مکمل اور مربوط نظام رکھتا ہے اور عورت اور مرد میں سے ہر ایک کا دائرہ متعین کرتا ہے بہترین خاندان کی تشکیل کے لیے عورتوں پر گھریلو تربیت کی

ذمہ داری ڈالتا ہے۔

فحاشی وعریانیت اور جنسی بے راہ روی آج کے دور کا ایک انتہائی پیچیدہ مسئلہ بن چکی ہے، پوری دنیا اس کی لپیٹ میں ہے، مغربی ملکوں میں فحاشی کو قانونی درجہ حاصل ہو چکا ہے، آزادی کے نام پر انسانوں کو حیوانوں کی صف میں کھڑا کیا جا رہا ہے، میڈیا جسے اچھے پاکیزہ معاشرہ کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کرنا چاہیے صرف غلاظتوں کی آماجگاہ بن چکا ہے، مغربی معاشرہ کے انسان کتوں کی طرح بے حجابانہ جنسی ہوس پوری کر رہے ہیں، سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی دنیا کو اس لعنت سے بچا سکتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں حیا کو ایمان کا لازمی جز قرار دیا گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے حیا باش وہر چہ خواہی کن، عورتوں کے لیے حجاب ضروری قرار دیا گیا، مردوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں، بری نگاہ کو شیطان کا تیر قرار دیا گیا، بے حیائی اور عریانیت کے سبب اس وقت انسانیت ایڈز کی شکل میں عذاب الٰہی سے دوچار ہے، ہر سال دنیا بھر میں لاکھوں افراد لقمہ اجل بن رہے ہیں، ایڈز کے خدائی عذاب سے بچنے کے لیے ہر ملک اپنے بجٹ کا بڑا حصہ استعمال کر رہا ہے، عالمی سیمناروں کا انعقاد عمل میں لایا جا رہا ہے، لیکن اس سے چھٹکارے کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی، جب تک سماج سے فحاشی اور برہنگی اور جنسی بے راہ روی کا خاتمہ نہ کیا جائے ایڈز سے نجات ممکن نہیں، نبوی تعلیمات کے نفاذ سے انسانیت اس عذاب سے چھٹکارا پا سکتی ہے۔

دور حاضر کی ایک خطرناک لعنت نشہ بازی اور منشیات کی لت ہے، عالمی صحت تنظیم WHO کی رپورٹ کے مطابق دنیا بھر میں دو ارب لوگ شراب نوشی کرتے ہیں، ہندوستان میں سڑک حادثات میں روزانہ تقریباً ۲۸۲ لوگ مرتے ہیں، جس میں اکثر حادثوں کے پیچھے شراب نوشی کارفرما ہوتی ہے شراب کے ساتھ دیگر منشیات کا استعمال آج کے مشینی معاشرہ میں تیزی سے فروغ پا رہا ہے، شراب ونشہ بازی کا بنیادی سبب موجودہ معاشرہ میں سکون سے محرومی ہے موجودہ مشینی مادہ پرست معاشرہ میں سکون نام کی چیز نہیں ہے مادی وسائل رکھنے والا بھی پریشان ہے اور ان سے محروم افراد بھی مضطرب ہیں، سکون کے لیے بھنگ، شراب، گانجہ، ہیروئن، مارفین جیسی چیزوں کا سہارا لیا جاتا ہے، آج دنیا کی ساری حکومتیں ڈرگس اور منشیات کے مسئلہ سے حیران وپریشان ہیں، امریکہ میں ۱۹۱۸ء سے ۱۹۳۳ء کے درمیان نشہ بندی مہم کے دوران اربوں ڈالر خرچ کر کے بھی مقصد حاصل نہیں ہوا، منشیات کی لعنت کا حل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا ہے، شراب کی حرمت نازل ہوئی تو مدینہ کی نالیوں میں شراب پانی کی طرح بہنے لگی، شراب سے پاک معاشرہ نبوی تعلیمات، خوف خدا اور اخروی جزا وسزا کے یقین کے بغیر ممکن نہیں۔ (بقیہ صفحہ ۳۰ پر)

اصلاحی مضامین

مصارفِ سود یعنی سود کی رقم کو کہاں استعمال کریں؟

از: مفتی محمد سلمان قاسمی محبوب نگر*

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی وفرمانبرداری کے درجات ہیں، بعض امور واجبہ کا ثواب دیگر واجبات کے بالمقابل زیادہ ہوتا ہے، نیز بہت ساری چیزیں حلال اور جائز ہونے کے باوجود ان کا ترک اولیٰ ومستحب ہوتا ہے، یہی حال معاصی کا ہے اللہ تعالی نے بہت ساری چیزوں کو حرام کیا ہے مگر بعض محرمات کی شناعت وقباحت دوسرے بعض کے مقابلے عنداللہ زیادہ ہوتی ہے، مثلاً بعض وہ گناہ جن میں فساد اعتقاد پایا جاتا ہے جیسے کفر وشرک والحاد وغیرہ یہ بہ نسبت ان گناہوں کے جن میں تعدی اور ظلم پایا جاتا ہے جیسے قتل، چوری اور غصب وغیرہ زیادہ قبیح ہیں، غرض گناہ چاہے حرام کے قبیل سے ہی کیوں نہ ہو ان میں تفاوت اور درجات ہیں جن میں سے کچھ کے ارتکاب پر اللہ تعالیٰ نسبتاً زیادہ ناراض ہوتے ہیں، انہیں میں سے ایک شدید ترین گناہ ربا اور سود ہے، قرآن وحدیث میں سودی معاملات اور سودی رقم کے کھانے اور استعمال کرنے کی بابت نہایت شدید وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ نے سودخوروں کو خدا اور رسول سے جنگ کا اعلان کیا ہے، قرآن پاک کا ارشاد ہے: ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو، اگر تم واقعی ایمان والے ہو۔ اور اگر ایسا نہیں کروگے تو تم اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔'' (البقرۃ:۲۷۸-۲۷۹)

اس وعید سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ سود کس قدر سنگین گناہ اور کس درجہ خدا کی ناراضگی کا باعث ہے، اللہ تعالیٰ نے چوری، زنا، شراب نوشی اور خنزیر کا گوشت کھانے والوں کے لیے بھی ایسا اعلان نہیں فرمایا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سودخوروں کے بارے میں فتویٰ صادر فرمایا کہ جو شخص سود چھوڑنے پر تیار نہ ہو تو خلیفۃ المسلمین کو چاہیے کہ وہ اس شخص سے اس حرام کام سے توبہ کروائے، اگر وہ کسی بھی حال میں سود چھوڑنے پر آمادہ نہ ہو تو سزاءً اِس کا سر قلم کردے۔ (ابن کثیر)

قرآن کا ایک اور ارشاد ہے، " اے ایمان والو! کئی گنا بڑھا کر سود نہ کھاؤ، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ، اور اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے، اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے"۔ (آل عمران: (۱۳۲-۱۳۱)

* خادم التدریس ادارہ اشرف العلوم حیدر آباد

اور آپ علیہ السلام نے امت کے سامنے طرح طرح کے الفاظ میں سود کی برائی اور مذمت کو واضح کیا ہے:
حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ سات بڑے گناہ کونسے ہیں (جو انسانوں کو ہلاک کرنے والے ہیں)؟ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (۱) شرک کرنا، (۲) جادو کرنا، (۳) کسی شخص کو ناحق قتل کرنا، (۴) سود کھانا، (۵) یتیم کے مال کو ہڑپنا، (۶) (کفار کے ساتھ جنگ کے وقت) میدان سے راہ فرار اختیار کرنا، (۷) پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا۔ (بخاری ومسلم)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سود لینے اور دینے والے، سودی حساب لکھنے والے اور سودی شہادت دینے والے سب پر لعنت فرمائی ہے۔ سود لینے اور دینے والے پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لعنت کے الفاظ حدیث کی ہر مشہور ومعروف کتاب میں موجود ہیں۔ (مسلم، ترمذی، ابوداود، نسائی) گویا سود سے متعلق ہر امر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور غضب کو دعوت دیتا ہے۔

ایک اور روایت میں فرمایا: چار شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے لازم کرلیا ہے کہ ان کو جنت میں داخل نہیں کریں گے اور نہ ان کو جنت کی نعمتوں کا ذائقہ چکھائیں گے۔ پہلا شراب کا عادی، دوسرا سود کھانے والا، تیسرا ناحق یتیم کا مال اڑانے والا، چوتھا ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا (کتاب الکبائر للذہبی)

سود کس درجہ بڑا گناہ ہے اس کا اندازہ اس حدیث سے ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سود کے ۷۰ سے زیادہ درجے ہیں اور ادنیٰ درجہ ایسا ہے جیسے اپنی ماں سے زنا کرے۔ (رواہ حاکم، البیہقی، طبرانی، مالک)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا ارشاد ہے: ایک درہم سود کا کھانا چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ ہے۔
(رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر)

ان تمام تنبیہات وتوعیدات کے پیش نظر ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ نہ صرف سود بلکہ جس میں سود کا شائبہ ہے اس کو بھی چھوڑ دے، اس بارے میں حضرت عمرؓ کا قول مشہور ہے "فدعوا الربا والريبة" (مسند احمد)، لہذا اگر کوئی مسلمان کسی سودی معاملے میں ملوث ہو تو علی الفور اس کو ترک کر کے حلال وطیب طریقِ معاش اختیار کرلینا چاہیے، اور جس امر کے متعلق دل میں تردد ہو علماء ومفتیان کرام سے اس معاملہ کا استفسار کرلینا چاہیے کہ ایا یہ کام جائز ہے یا نہیں؟ اب جن لوگوں کے پاس سود کا پیسہ ہے چاہے وہ بینک انٹرسٹ کے ذریعہ حاصل ہوا ہو یا کسی اور طریق سے، اس کا کیا حکم ہے؟ اس کے استعمال کی جائز وناجائز شکلیں کیا ہوسکتی ہیں، اس کے متعلق کچھ اہم مسائل درج ذیل ہیں۔

سودی پیسہ کا اصل حکم:

سودی رقم کا اصل مصرف تو یہ ہے کہ اس کو اصل مالک تک لوٹا دیا جائے اور اگر یہ شکل متعذر ہو تو اس کی جانب سے بلا نیت ثواب کسی مستحق زکوٰۃ شخص کے حوالے کر دے۔

سودی رقم سے انکم ٹیکس GST اور دوسرے سرکاری ٹیکسیس ادا کرنا:

ہندوستان اسلامی ملک نہیں ہے، اس لیے وہاں کا حکم اور اسلامی ملک کا حکم ایک نہیں ہے، اگر وہاں بینک میں اکاؤنٹ کھولنا ضروری ہے اور اس میں غیر سودی اکاؤنٹ نہیں ہے، مجبوراً سودی اکاؤنٹ میں رقم رکھنی پڑتی ہے، تو اس صورت میں اگر بینک حکومت کا ہے، پرائیویٹ نہیں ہے، تو اس صورت میں حکومت کے بینک سے ملنے والی سودی رقم سے حکومت کا سود ادا کرنا جائز ہوگا، اور اگر بینک حکومت کا نہیں ہے بلکہ پرائیویٹ ہے، تو اس صورت میں سود کی رقم سے حکومت کا ٹیکس ادا کرنا جائز نہیں ہوگا، بلکہ ثواب کی نیت کے بغیر غریبوں پر صدقہ کر دینا لازم ہوگا، اگر پین کارڈ کو آدھار کارڈ سے لنک کرنا لازم ہے، تو عوام کے لیے مجبوراً لنک کرنا جائز ہوگا اور اس کا گناہ حکومت پر ہوگا۔ (دارالافتاء بنوری ٹاؤن) چنانچہ سرکاری بینک سے لیا ہوا سود غیر واجبی ٹیکس، انکم ٹیکس، سیل ٹیکس کے ذریعہ دوبارہ حکومت کے خزانہ میں داخل کیا جا سکتا ہے، اگر یہ صورت نہ ہو پھر اسے بلا نیت ثواب غریبوں میں تقسیم کرنا ضروری ہے۔ (کتاب النوازل)

سودی پیسوں سے سرکاری افسران کو رشوت دینا:

سود کی رقم رشوت میں نہیں دی جا سکتی، کیونکہ رشوت کا پیسہ سرکاری خزانہ میں نہیں جاتا، بلکہ سرکاری افسروں کی جیب میں جاتا ہے جو اس حرام پیسے کے نہ تو مالک ہیں اور نہ ہی مستحق ہیں۔

انٹرسٹ کی رقم چالان میں دینا کیسا ہے؟

ہیلمیٹ پہننے کا قانون کوئی ظالمانہ قانون نہیں ہے (اسی طرح دیگر سرکاری قوانین) بلکہ یہ مفید اور خیر خواہی پر مبنی قانون ہے، لہٰذا جہاں تک ہو سکے اس کی پاسداری کرنا چاہیے۔ اور اگر خلاف ورزی پر کبھی چالان اور جرمانہ لگ جائے تو جرمانہ کی رقم حلال مال سے ادا کرنا چاہیے، اس لیے کہ یہاں سودی رقم دینا گویا سودی رقم کو ذاتی فائدے میں استعمال کرنا ہے۔ لہٰذا چالان میں سودی رقم دینا جائز نہیں ہے۔ اور اگر کسی نے چالان میں سودی رقم ادا کر دی تو اس پر اتنی رقم مذکورہ بالا سودی رقم کے مصارف میں خرچ کرنا واجب ہوگا۔

(عثمانی دارالافتاء)

سودکی رقم سے بینک لون کا انٹرسٹ چکانا:

اولاً تو انٹرسٹ پر بینک سے لون لینا ہی حرام اور ناجائز ہے، بندہ کو اس سے سخت اجتناب اور توبہ کرنا چاہیے اور سودی رقم سے بینک لون کا سود ادا کرنا جائز نہیں ہے یہ اپنے ذاتی استعمال میں لانے کے مترادف ہے، لہٰذا اگر کوئی سودی رقم لون کی قسط میں دے چکا ہو تو اتنی ہی رقم اپنے مال سے انٹرسٹ کی رقم کے مد میں بلا نیت ثواب صدقہ کردے۔

سودی رقم سے رفاہی کام انجام دینا:

سودی رقم رفاہِ عام کے کاموں میں خرچ کرنے کی اجازت نہیں البتہ غرباء فقراء محتاج مسلمانوں کو دیدیں اور ان کو ترغیب دیں کہ وہ اپنی اور اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت و دیگر ضروریات پر اس رقم کو خرچ کریں ایسا کرنا مسلمانوں کی تعلیم وترقی میں ان شاء اللہ بے حد مفید و مددگار ثابت ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

بینک انٹرسٹ سے مسجد یا اس کا بیت الخلاء اور حمام وغیرہ بنانا:

بینک کے کسی بھی اکاؤنٹ کا انٹرسٹ مسجد کے بیت الخلاء یا غسل خانہ وغیرہ کی تعمیر میں لگانا جائز نہیں ہے۔ (دارالعلوم دیوبند)

سود کے پیسے سے غریب طلبہ کی کفالت کرنا:

مستحق زکوٰۃ طلبہ کی کفالت میں سود کا پیسہ استعمال کر سکتے ہیں، نوازل میں ہے: سود کا پیسہ نادار فقراء اور طلبہ پر خرچ کرنا درست ہے۔ (کتاب النوازل)

سود کی رقم کو مدرسہ کی تعمیر یا اساتذہ کی تنخواہوں میں استعمال کرنا:

سودی پیسہ مدرسے کی تعمیر یا اساتذہ وملازمین کی تنخواہوں میں لگانا قطعاً جائز نہیں ہے؛ بلکہ یہ رقم یا تو زمین کی رجسٹری کے اسٹامپ میں خرچ کردی جائے یا بلا نیت ثواب غریبوں پر خرچ کردی جائے۔ (نوازل)

سود کی رقم غریب سادات کو دینا:

سادات کا اکرام واحترام لازم ہے، اس لیے ان کو زکوٰۃ وصدقات واجبہ دینے سے احتراز کا حکم ہے، کیونکہ ایسا مال اوساخ الناس کہلاتا ہے، لیکن جو سادات اس قدر حاجت مند ہوں کہ گزارے کے لیے بھیک مانگنے پر مجبور ہو جائیں ان کے حق میں حنفیہ میں سے امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور شافعیہ میں سے امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو درست قرار دیا ہے کہ زکوۃ لینے میں جس قدر ان کے احترام پر زد پڑتی ہے اس سے زیادہ تر

بھیک مانگنے میں ہے، یہ سب کی نگاہوں میں بڑی ذلت ہے، اس بڑی ذلت سے بچانے کے لیے اگر اس کو زکوٰۃ دے دی جائے تو یہ اھون ہے۔ اگرچہ یہ قول ظاہر الروایہ ہے اور عامۃً اس کو فتوے کے لیے اختیار نہیں کیا جاتا لیکن سخت مجبوری اور محتاجگی کی حالت میں اس پر عمل کرنے کی دیگر اکابر کے کلام میں گنجائش معلوم ہوتی ہے، حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ کے کلام کا خلاصہ فیض الباری اور العرف الشذی میں منقول ہے، تاہم جہاں تک ہو سکے سادات کرام کو اس سے بچانا اعلیٰ وافضل اور ان کے احترام کا تقاضہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ)

بینک انٹرسٹ سے والد یا کسی رشتے دار کا ہاسپٹل بل ادا کرنا:

جس شخص کے ہاسپٹل کا بل ادا کرنا ہے خواہ وہ رشتہ دار ہو یا غیر اس کا بوقت ادائیگی غریب و مستحق زکوٰۃ ہونا ضروری ہے، اگر کوئی واقعی غریب اور محتاج ہو تو ان کی امداد میں انٹرسٹ کی رقم کو دے سکتے ہیں، بلکہ اس طرح کی تمام ضروریات میں مستحق زکوٰۃ شخص پر سود کا پیسہ استعمال کر سکتے ہیں۔

ایک اہم سوال کا جواب؛ بینک سے سود نکال کر غرباء کو کیوں دیا جاتا ہے؟

حکومت کے بینکوں سے جو سود ملتا ہے وہ اگر بینک میں ہی چھوڑ دیا جائے تو حکومت اسے نہ جانے کہاں کہاں خرچ کرے گی؟ ممکن ہے کہ کسی اسلام مخالف سرگرمی میں اسے خرچ کیا جائے، اس لیے بہتر یہ ہے کہ یہ سودی پیسہ بینک میں نہ چھوڑا جائے؛ اب رہ گئی یہ بات کہ غریب شخص پر اسے کیوں خرچ کیا جاتا ہے تو اس سلسلے میں یہ پیش نظر رہنا چاہیے کہ غریب شخص پر جو لینے والا خرچ کرتا ہے وہ اپنی طرف سے خرچ نہیں کرتا ہے بلکہ حکومت کی طرف سے ہی خرچ کیا جاتا ہے اور غریبوں کی مدد چونکہ حکومت کا فرض منصبی ہے اس لیے جب یہ مال حکومت کی جانب سے غریبوں کو دیا جائے گا تو غریبوں کے حق میں یہ مال حرام نہیں رہے گا۔

(بقیہ صفحہ ۲۵ سے)

الغرض اس مضمون میں موجودہ دور کے چند مسائل کا سرسری ذکر کیا گیا ہے، خلاصہ یہ کہ ہمارے سارے دردوں کا درماں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، ہمارے سارے مسائل کا حل تعلیمات نبوی میں ہے آج کی انسانیت کو یہ راز کون بتائے؟ مسلمانوں پر اس کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، لیکن خود سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے عاری مسلمان دوسروں کو کیسے تلقین کر سکیں گے، ربیع الاول میں صرف نعرے لگانے سے محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق ادا نہیں ہوتا، بلکہ ہماری گردنوں پر عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو نبھانا پڑے گا، اپنے طرز عمل سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ تعلیمات کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ہوگا، ظاہری بے روح حرکات سے ہم دنیا والوں کو تو فریب دے سکتے ہیں لیکن اللہ اور اس کے رسول کو فریب نہیں دے سکتے، آج کی انسانیت سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے محرومی کے سبب تباہی کے دہانے پر پہنچ چکی ہے اسے بچانے کے لیے قومِ رسول ہاشمی کو آگے آنا ہوگا۔

اصلاحی مضامین

قرآن مجید کی توہین: اسباب اور مسلم امہ کی ذمہ داری

از: مفتی احمد عبید اللہ یاسر قاسمی*

اس بات میں کوئی شک نہیں کبھی انسان کی زندگی میں ایسے غیر معمولی اور غیر متوقع حالات، واقعات اور سانحات پیش آتے ہیں کہ جس سے اس کے حواس ماؤف ہوجاتے ہیں، اس کے سوچنے، سمجھنے اور بولنے کی قوت سلب ہوجاتی ہے، وہ گم سُم ہوجاتا ہے اور اپنے اندر دکھ، درد، تکلیف اور اذیت کے اظہار و بیان کی طاقت نہیں رکھتا، ٹھیک اسی طرح بعض اوقات دین و مذہب کے خلاف کی جانے والی سازشوں، ریشہ دوانیوں، فتنہ سامانیوں، فتنہ پردازیوں اور فتنہ پروروں کی طرف سے پیدا کردہ صورت حال سے ایک باضمیر انسان ایسا بے حال ہوجاتا ہے کہ اس کو کچھ سجھائی نہیں دیتا کہ وہ کیا کرے؟

گذشتہ دنوں سے سویڈن اور ڈنمارک میں مسلسل قرآن مجید کی بے ادبی و گستاخی، بے حرمتی وتوہین کے افسوس ناک واقعات نے پوری مسلم امہ کا حال کچھ ایسا ہی کردیا ہے، ستم بالائے ستم یہ کہ اس گستاخانہ گھناؤنے جرم کا ارتکاب کرنے والے رُوسیاہ کو قرار واقعی سزا دینے کے بجائے سویڈن کی عدالت نے آزادی اظہار رائے کے عنوان سے کھلی چھوٹ دے کر اپنی حمایت اور پشت پناہی کا ثبوت بھی دیا ہے۔ ان واقعات نے پوری امت کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے، اس پر ساری دنیا میں احتجاجات ہو رہے ہیں، مسلمان تو مسلمان صحیح الفکر غیر مسلم بھی ان شرمناک واقعات کی مذمت کر رہے ہیں، ان سب کے باوجود مغرب پونے دو ارب مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچا رہا ہے، وہ بار بار ایسے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرتا ہے جس سے مسلم امہ کا وجود دہل جائے، مغرب جس تسلسل کے ساتھ مسلم دنیا کے جذبات سے کھیل رہا ہے یہ یقیناً مغرب کی اسلام دشمنی اور طویل المیعاد منصوبہ بندی کا حصہ ہے۔

آزادی اظہارِ رائے کی آڑ میں مغرب کی اسلام کی دشمنی

نام نہاد ترقی یافتہ ممالک خود کو انسانی مساوات، بنیادی انسانی حقوق کے علم بردار قرار دیتے ہیں لیکن وہ

* خادم التدریس ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد

اپنے قول میں کیسے سچے ہو سکتے ہیں جو آئے دن مسلمانوں کی دل آزاری کرتے ہیں، مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچاتے ہیں، دوسروں کو انسانی حقوق کے احترام کا درس دینے والی قومیں کیوں دوسروں کے مذہب کا احترام نہیں کرتیں؟ اظہار رائے کی آزادی کے دعوے دار کیوں دوسروں کو اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کا حق نہیں دیتے؟ کیا اظہارِ رائے کی آزادی کے عنوان سے مقدس شخصیات کی توہین جرم نہیں ہے؟ کیا آزادی اظہارِ رائے کے لئے مذہبی کتابوں کی بے حرمتی درست ہے؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ یقیناً اسلام اور اہلِ اسلام کے ساتھ مغرب کا غیر انسانی، غیر مذہبی اور غیر اخلاقی رویہ ہے۔

اہل مغرب کی اسلام اور قرآن سے بوکھلاہٹ

اگر ہم اس کے اسباب و وجوہات پر غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ مغرب اسلام کی حقانیت سے مرعوب ہو چکا ہے، اسلام اپنی حقانیت، احترام انسانیت اور ابدی افادیت کی وجہ سے دنیا بھر میں تیزی سے پھیل رہا ہے۔ غیر مسلموں کے منفی پروپیگنڈوں کے باوجود نہ صرف عام انسان بلکہ اہم شخصیات بھی تیزی سے اسلام قبول کر رہی ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اسلامی تعلیمات و قرآن حکیم کا مطالعہ کر کے اور پوری تحقیق کر کے حلقہ بہ گوشِ اسلام ہو رہے ہیں، اسلام جس تیزی کے ساتھ مغربی ممالک میں اپنے وجود کو منوار رہا ہے اور اہل زیغ وضلال کے دلوں میں ایمانی روشنی پیوست کر رہا ہے وہ یقیناً اہل ہوی و ہوس اور مغربیت کے علمبرداروں کے لئے ایک خوفناک خواب ہے جس کی تعبیر سے خوف زدہ ہو کر "کھسیانی بلی کھمبا نوچے" کے مانند آئے دن مغرب اوچھے ہتھکنڈے اور نت نئے حربے استعمال کر رہا ہے جس سے مسلمانوں کی دل آزاری ہو، قرآن مجید کی بے ادبی و بے حرمتی، مقدس شخصیات کی توہین و تنقیص، تحقیر و تذلیل، گستاخانہ خاکوں کی اشاعت، اور اسلاموفوبیا کا فروغ سب اسی ڈر اور خوف کا شاخسانہ ہے اور اسلام کے آفاقی پیغام کے فروغ سے مغرب کی بوکھلاہٹ اور شکست کا واضح منظر ہے اسکے باوجود اہل مغرب کے لیے یہ اٹل حقیقت تسلیم کئے بغیر چارہ کار نہیں کہ

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

قرآن مجید: ایک مقدس کلام

یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ قرآن کریم، کلام الٰہی ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت وراہ نمائی اور بھلائی وخیر خواہی کے لئے حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے محمد مصطفی، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا ہے مسلمانوں کے نزدیک یہ کتاب: کلام الٰہی، لاریب، ہادی وراہنما، اوامر و نواہی سے بھرپور، ایمان میں

قوّت واضافہ کا باعث اور دنیا وآخرت کی سعادتوں اور کامرانیوں سے مالا مال کرنے والی کتاب ہے، اس کے برعکس مشرکین، یہود بے بہبود اور عیسائی نزول قرآن کے وقت سے قرآن کے مخالف رہے ہیں، اپنی قوم کو قرآن مجید کی پاکیزہ تعلیمات سے بدظن اور دور رکھنے کے شیطانی منصوبے بناتے رہتے ہیں، حتیٰ کہ قرآن کریم کو مٹانے اور اس میں تحریف کے خواہاں ہیں اور آج تک انہیں شیطانی چالوں، دسیسہ کاریوں اور فتنہ پردازیوں پر عمل پیرا ہیں۔

اس کی بڑی وجہ ذکر کرتے ہوئے شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ "لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ۝۲۶ "(حم السجدہ:۲۶) کی تشریح میں لکھتے ہیں:

چوں کہ قرآن کریم کی آواز بجلی کی طرح سننے والوں کے دلوں میں اثر کرتی تھی جو سنتا، فریفتہ ہو جاتا، اس سے روکنے کی تدبیر کفار نے یہ نکالی کہ جب قرآن پڑھا جائے، ادھر کان مت دھرو اور اس قدر شور وغل مچاؤ کہ دوسرے بھی نہ سن سکیں، اس طرح ہماری بک بک سے قرآن کریم کی آواز دب جائے گی۔ آج بھی جاہلوں کو ایسی ہی تدبیریں سوجھا کرتی ہیں کہ کام کی بات کو شور مچا کر سننے نہ دیا جائے، لیکن صداقت کی کڑک، مچھروں اور مکھیوں کی بھنبھناہٹ سے کہاں مغلوب ہو سکتی ہے؟ ان سب تدبیروں کے باوجود حق کی آواز قلوب کی گہرائیوں تک پہنچ کر رہتی ہے۔"

مسلم امہ کی ذمہ داریاں

ایک ایسے وقت میں جب مسلم امہ کو کئی درپیش چیلنجز ہیں، مسلمانوں نے اس وقت بھی عالمی سطح پر احتجاجات درج کروائے ہیں، سویڈن کے سفیروں کو کئی ایک اسلامی ممالک سے بے دخل کر دیا گیا ہے، اقوام متحدہ میں قرآن مجید کی بے حرمتی کے خلاف قرارداد منظور ہوئی ہے، عرب ممالک اور ترک سمیت بھارت نے بھی عالمی سطح پر توہینِ قرآن کی مذمت کی ہے، لیکن یہ ناکافی ہے ہمیں بحیثیت مسلمان

قرآن مجید کے احکام پر عمل پیرا ہونا ہوگا۔

قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ ساتھ اسکو سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کرنی ہوگی۔

غیر مسلموں تک قرآن مجید کے آفاقی پیغام کو پہنچانا ہوگا۔

عالمی سطح پر قرآن مجید کی توہین پر سخت سے سخت قوانین بنانے کے لئے متحد ہو کر مغرب سے مقابلہ کرنا ہوگا

اللھم اجعل القرآن العظیم ربیع قلوبنا وجلاء احزاننا و ذھاب ھمومنا وغمومنا و سائقنا و دلیلنا الیك و الی جناتك جنات النعیم

اصلاحی مضامین

تحفظِ انسانیت اور مدارس اسلامیہ کا کردار

از: مولانا محمد تبریز عالم حلیمی قاسمی *

انسان اس دنیا کی سب سے اہم، اشرف، اکرم اور خوب صورت تخلیق ہے، وہ ایک ایسی مخلوق ہے جس کا دل درد سے معمور ہوتا ہے، اس کے دل میں ایک دوسرے سے الفت ومحبت کی کسک موجود ہوتی ہے۔ اس کی فطرت ایسی ہے کہ وہ خود بھی جیتا ہے اور دوسروں کو زندہ رکھنے کی فکر بھی کرتا ہے؛ کیوں کہ انسانوں کی ضروریات ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں؛ اسی لئے بوقت ضرورت ایک انسان دوسرے انسان کی مدد کرتا ہے: روحانی مدد بھی اور مادی مدد بھی۔ اور اسی الفت ومحبت، دردِ دل، پاسِ وفا اور جذبہ ایمانی کو آدمیت اور انسان کا کمال اور اس کی شناخت سمجھا جاتا ہے۔

یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ زندگی محض کھانے پینے کا نام نہیں ہے، انسان کی زندگی صرف مادی یا حیوانی زندگی کا نام نہیں ہے، بلکہ وہ بقول بعض: ایک سماجی حیوان بھی ہے؛ اس لیے ایک طرف اس کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے خالق ومالک کو پہچانے اس کے آگے سر جھکائے اور اسی کی مانے تو دوسری طرف وہ اس بات کا بھی پابند ہے کہ وہ اپنے سماج کی تعمیر وترقی کی فکر کرے؛ کیوں کہ انسانیت کی حفاظت اس کا اپنا کام ہے، یہ کام اتنا اہم ہے کہ شریعت نے اس میں مذہب وملت کی تفریق روا نہیں رکھی ہے؛ بلکہ پیامِ انسانیت کے مخاطب سبھی ہیں؛ تاہم اہلِ ایمان اس کے اوروں سے زیادہ مخاطب ہیں؛ کیوں کہ انھیں خلافت ارضی کا اہل بنایا گیا ہے؛ لہذا وہی اس کائنات کے گیسوئے برہم کو سنوارنے اور سلجھانے کے ذمہ دار اور پابند ہیں۔

احترام انسانیت اور تحفظ انسانیت کا مطالبہ فرد کے ساتھ ساتھ جماعت، تنظیم اور اداروں سے بھی ہے، بلکہ یہ کام تنظیمی سطح پر زیادہ موثر اور پائیدار ہے؛ کیوں کہ فرد جب جماعت کا جامہ زیب تن کرتا ہے تو اس میں اجتماعیت کی قوت پیدا ہوتی ہے؛ اسی لیے ہر دور میں ہر ملک میں ہر قوم میں اور ہر علاقے میں ایسے افراد و ادارے موجود رہے ہیں جو انسانوں تک انسانیت کا پیام و پیغام پہنچاتے ہیں نیز جب انسانیت کے تانے بانے بکھرتے ہیں تو وہ اس کی حفاظت کے لیے سینہ سپر ہو جاتے ہیں، ہمارے ملک ہندوستان میں بھی ایسے انسانی اور

* خادم تدریس: دار العلوم حیدر آباد و سابق معین مدرس دار العلوم دیوبند

فلاحی ادارے بکثرت موجود ہیں اور اپنے مشن میں مصروف ہیں۔

ہندوستان کی تاریخ میں جب بھی تحفظ انسانیت اور انسانی اقدار کی حفاظت کی گفتگو کی جائے گی تو اس حوالے سے کام کرنے والے ادارے اور تنظیموں کا تذکرہ ضروری ہوگا اور جب ان کا ذکر ہوگا تو کوئی بھی منصف مزاج مورخ مدارس اسلامیہ ہندیہ کو نظر انداز نہیں کرسکتا، کیوں کہ فرد، جماعت، سماج، معاشرہ، احیاءِ انسانیت، تکریم انسانیت، بقاءِ انسانیت، تحفظِ انسانیت کے حوالے سے جتنی مثبت اور موثر تعلیمات اور رہنمائی ہوسکتی ہیں وہ سب انہی مدارس کی مرہونِ منت ہیں، یہیں سے ملک کو تہذیب وتمدن کی سوغات ملتی ہے، انسانی اخلاق ومعاشرت کا وہ قیمتی نظام یہیں سے برپا ہوا ہے جس نے ملک کو ایک نئی سمت بخشا اور انسانوں کی انسانیت کی حقیقت معلوم ہوئی۔۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مدارس اسلامیہ کی خشت اول امن کے گارے سے تیار ہوتی ہے، رحم مدارس کا بنیادی کام، امن وسلامتی اس کا عنوان اور تحفظ انسانیت ان کا نظام ہے، مدارس اسلامیہ سے نکلنے والے افراد واشخاص صرف مذہبی رہنما نہیں ہوتے بلکہ وہ تکریمِ انسانیت کے محافظ ومعمار بھی ہوتے ہیں، وہ ایک طرف نماز روزے کے پابند ہوتے ہیں تو دوسری طرف سماجی خدمت گذار بھی ہوتے ہیں، وہ حق خدا کی ادائیگی کے ساتھ حقِ بندگانِ خدا کی فکر سے سرشار ہوتے ہیں، وہ صرف اپنی نہیں سوچتے بلکہ سماج اور معاشرے کی اصلاح اور انسانیت کی حفاظت کا غم ان کی زندگی کا اٹوٹ حصہ ہوتا ہے، یہ انسانیت کے خلاف نہ آواز بلند کرتے ہیں اور نہ ہی حقوق انسانیت کے نام پر انسانیت کا خون بہاتے ہیں، یہاں کے فاضلین ہتھیار نہیں اٹھاتے بلکہ وہ کشتیِٔ انسانیت کے کھیون ہار ہوتے ہیں، دہشت کے بجائے رحمتِ انسانیت کے علمبردار ہوتے ہیں، وہ اپنے گلستاں میں بم اور بندوق کی جگہ انسانیت کے لالہ وگل کھلاتے اور اسی کی خوشبو پھیلاتے ہیں؛ یہی وجہ ہے کہ ایسی تمام تنظیمیں اور ادارے جو تحفظِ انسانیت کے نام پر وجود میں آئے ہیں مدارس اسلامیہ کے فضلاء اور علماء ان کی روح اور ان کی پاسداری و پائیداری کے ضامن ہیں، چوں کہ ہندوستان کی تمام بڑی تنظیموں کی باگ ڈور علماء کے ہاتھوں میں ہے اسی لیے وہ کامیاب اور اپنے مقصد میں بامراد ہیں۔

بلاشبہ مؤرخ یہ لکھنے پر خود کو مجبور پائے گا کہ مدارس اسلامیہ کی بقا اور ان کا تحفظ نہ صرف مسلمانوں کے حق میں بہتر ہے؛ بلکہ ہندوستان کی سیکولر روایات اور یہاں کی جمہوری وآئینی قدروں کے لیے بھی مدد ومعاون ہے۔ مدارس نے ہر دور میں انسانی خدمت اور بقائے باہم کو رواج دیا ہے۔ معاشرتی حقوق وآداب سے واقف کرایا ہے۔ ملک میں امن وامان اور سکون واطمینان کی فضا ہموار کی ہے، اسی لیے راقم الحروف مدارس اسلامیہ کو رفاہی اور انسانی خدمات کے مراکز کی فہرست میں سب سے بالا رکھنا ضروری سمجھتا ہے۔ ضرورت اس بات کی بھی ہے

کہ ہم مدارس اسلامیہ کا یہ کردار برادران وطن تک نہ صرف یہ کہ پہنچائیں؛ بلکہ ان کے دلوں میں یہ چراغ روشن کریں تاکہ آپسی دوری اور باہمی نفرت کی تاریکی ختم ہوسکے۔

اہلِ نظر کی شہادت

ویسے تو مدارس اسلامیہ کا مذکورہ بالا پہلو علماء کے درمیان بہت روشن اور صاف ہے؛ تاہم اس حوالے سے کچھ اقتباسات سپردِ قرطاس کرنا مناسب ہوگا۔

مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندویؒ رقم طراز ہیں:

"مدرسہ سب سے بڑی کارگاہ ہے جہاں مردم گری اور مردم سازی کا کام ہوتا ہے، جہاں دین کے داعی اور اسلام کے سپاہی تیار ہوتے ہیں، مدرسہ عالم اسلام کا وہ بجلی گھر (پاور ہاؤس) ہے جہاں سے اسلامی آبادی بلکہ انسانی آبادی میں بجلی تقسیم ہوتی ہے، مدرسہ وہ کارخانہ ہے جہاں قلب ونگاہ ڈھلتے ہیں، مدرسہ وہ کائنات ہے جہاں سے پوری کائنات کا احتساب ہوتا ہے اور پوری انسانی زندگی کی نگرانی کی جاتی ہے، جہاں کا فرمان پورے عالم پر نافذ ہے، عالم کا فرمان اس پر نافذ نہیں، اس کا تعلق براہ راست نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے جو عالمگیر بھی ہے اور زندہ جاوید بھی، اس کا تعلق اس انسانیت سے ہے جو ہر دم جواں ہے، اس زندگی سے ہے جو ہمہ وقت رواں دواں ہے ہر دور اور ہر زمانے میں اس نے اہم رول ادا کیا ہے" (ماہنامہ اذان بلال آگرہ)۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

۔۔۔میں مدرسے کو پڑھنے پڑھانے اور پڑھا لکھا انسان بنانے کا کارخانہ نہیں سمجھتا، میں مدرسے کی اس حیثیت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں، میں اس سطح پر آنے کو تیار نہیں ہوں کہ مدرسہ اسی طریقہ سے پڑھنا لکھنا سکھانے یا یوں کہنا چاہیے کہ پڑھنے لکھنے کا ہنر سیکھنے کا ایک مرکز ہے، جیسے کہ دوسرے اسکول اور کالج ہیں، میں مدرسے کو نائبین رسول اور خلافت الہی کا فرض انجام دینے والے اور انسانیت کو ہدایت کا پیغام دینے والے اور انسانیت کو اپنا تحفظ وبقا کا راستہ دکھانے والے افراد پیدا کرنے والوں کا ایک مرکز سمجھتا ہوں، میں مدرسہ کو آدم گری اور مردم سازی کا ایک کارخانہ سمجھتا ہوں۔۔۔(پاجا سراغ زندگی)

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں:

۔۔۔تمام دینی تحریکوں، جماعتوں اور مسلم تنظیموں کو ان ہی (مدارس) سے غذا مل رہی ہے، انھوں نے عوام میں دینی جذبات، ایمانی حمیت اور اسلامی شعور کی چنگاری کو سرد ہونے سے بچایا ہے، یہاں تک کہ مدارس ہی سے نکلنے والے افراد ہیں، جو آج ملک میں خدمت خلق، مظلوموں کی مدد، فساد سے متأثر ہونے والے افراد کا

تعاون اوران کی عدالتی پیروی جیسے کام انجام دینے میں بھی شریک یا پیش پیش ہیں، ان مدارس کے فارغین نے مسلمانوں کو بھی اعمال صالحہ کی دعوت دی ہے اور محدود پیمانہ پر سہی برادران وطن تک بھی ایمان کی دعوت پہنچائی ہے؛ اس لئے اگر کہا جائے کہ یہ ملت اسلامیہ کی شہہ رگ ہیں تو مبالغہ نہیں ہوگا۔۔۔

(دینی مدارس: اہمیت، موجودہ دشواریاں اور حل، بصیرت آن لائن، .m.Dailyhunt.in)

مولانا سہیل اختر قاسمی نے فیصلہ کن بات لکھی ہے:

۔۔۔مدارس کی افادیت، تعمیری حیثیت، اخلاقی ساکھ، تشکیلی امیج اور بنیادی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، آج بھی وہ مشعل راہ اور نقوش ہیں، اسے اپنا کر، اقدار کی اصلاح کر سکتے ہیں، اخلاقیات کی اشاعت ہوسکتی ہے، تعلیم کی ضرورت پوری ہوسکتی ہے، ناخواندگی کا انسداد ہوسکتا ہے، برائیوں کا خاتمہ ہوسکتا ہے اور ہر طرح کی قباحتوں کو فنا کے گھاٹ اتارا جاسکتا ہے۔

درحقیقت دینی مدارس کا سارا نظام، عملہ، طلبہ اور فاضلین جس کام اور مشن پر مامور ہیں وہ لا تفسدوا فی الارض کی تمثیل اطاعت پر مبنی ہے، اس کا بنیادی مشن ہی معاشرے میں امن وسلامتی کی اشاعت ہے، جس قرآن وحدیث کی تعلیم ان مدارس میں ہوتی ہے اس کی خمیر ہی معاشرہ سازی اور انسانی نسل کی اصلاح وتعمیر ہے، مدارس دینیہ کے پورے مقاصد صرف اور صرف بنی نوع انسان کی اصلاح وتعمیر کے اردگرد گھومتے نظر آتے ہیں، ان مدارس کا تعلیمی جائزہ یہ بتلاتا ہے کہ دنیا کا سب سے معتدل، اور متوازن نصاب مدارس اسلامیہ میں رائج ہے جس نصاب میں تشدد، انتہا پسندی اور غلو آمیزی کا درس نہیں ہوتا ہے بلکہ امن وسلامتی، اصلاح وتعمیر اور معاشرہ سازی کی تعلیم دی جاتی ہے درحقیقت مدارس اسلامیہ کا نصاب وہ بہترین مشعل راہ ہے جس کی روشنی میں نصاب سازی اور ازسرنو تعلیمی نظام کی تخلیق پوری دنیا کو امن وسلامتی کی راہ پر لاکھڑا کرے گا، آج ضرورت اس بات کی ہے کہ اس سورج جیسے روشن حقیقت کو سمجھا جائے اور اسے برتا جائے۔

الغرض مدارس اسلامیہ کا مکمل تعلیمی، تربیتی، اخلاقی، انتظامی، معاشی اور سماجی نظام اعتدال وتوازن کا مظہر ہے اس کا ہر حصہ قابل اعتماد، اور ہر شعبہ اعتدال وامن پسندی کا داعی ہے مدارس کے صرف وبذل میں جس اعتدال کا مظاہرہ کیا جاتا ہے وہ اقتصاد وتوازن کا اعلیٰ ترین مظہر ہے جس میں عیاشی، عیش کوشی اور سامان عیش وطرب کی فراہمی کے لئے سرمایہ دارانہ لوٹ کھسوٹ کا شائبہ تک نہیں ہوتا بلکہ بنی نوع انسان کے لئے سامان درس ہوتا ہے، اس کا متوازن معاشی نظام ان تمام کالجوں اور یونیورسٹیوں کو یہ درس دیتا ہے کہ کھربوں اور کروڑوں روپے خرچ کرنے اور سامان تزئین کے بے پناہ استعمال کرنے کی وجہ سے آنے والے تعلیمی خرچ میں

جو اچھال پیدا ہوا ہے اور جس طرح تعلیم کو مہنگا بنا کر پیش کیا گیا ہے جس کی بناء پر ہزاروں اور لاکھوں غریب بچوں کی دسترس سے تعلیمی حصولیابی دور ہوگئی ہے وہ افسوس ناک ہے کاش کہ یہ عیاشی اور دھما چوکڑی ختم کی جائے تا کہ غریب سے غریب بچہ تعلیمی اسلحہ سے لیس ہو سکے اور علوم وفنون کا حاصل کرنا آسان ہو سکے۔

مدارس دینیہ کا انتظامی نظام وقار وسنجیدگی اور عدل ومساوات کا بہترین نمونہ ہے اگر یہ نقوش ہماری ہم عصری، عصری یونیورسٹیاں اپنا لیں تو طلباء کی جانب سے ہونے والے احتجاجات اور اس کے نقصان میں ہونے والے ہرجوں سے محفوظ رہنا آسان ہو جائے گا، مدارس اسلامیہ کا اخلاقی نظام، اخلاق ومروت کے مظاہرہ کی دعوت دیتا ہے، سچ یہ ہے کہ طلباء علوم دینیہ کا حسن سلوک اور طرز معاشرت اتنا بلند اور ارفع ہے کہ اسے ہم سماوی رفعتوں سے تعبیر کر سکتے ہیں آج ضرورت ہے کہ دینی مدارس کے ان نقوش کو اپنایا جائے اور ریگنگ کی انتہاء پسندی جو کہ اخلاقی دہشت گردی کی ہی ایک نوع ہے، اسکا سد باب کیا جا سکے۔

الغرض دینی مدارس، سراپا امن وسلامتی ہیں اس کا کردار ماضی میں بھی صاف ستھرا اور روشن تھا آج بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گا درحقیقت دینی مدارس، ایک ایسا مشعل ہیں جس کی روشنی میں امن کا شہر قائم کیا جا سکتا ہے اور پر امن معاشرہ کی تکمیل ہو سکتی ہے آج اس کی ضرورت ہے اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ اس ضرورت کو ضروری اور لازم سمجھا جائے۔ (اجتماعی اقدار کی تشکیل میں دینی مدارس کا کردار، ماہنامہ دار العلوم، شمارہ ۹۔۱۰ جلد: ۹۳، رمضان شوال ۱۴۳۰ھ مطابق ستمبر۔اکتوبر ۲۰۰۹ء)

(بقیہ صفحہ ۴۱ سے)

نوجوان یہ کہتا ہوا مسجد سے باہر آ گیا: واللہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور مجھے دنیا کا کوئی کام زنا سے زیادہ پسند نہیں تھا اور اب یہ حالت ہے کہ دنیا کا کوئی کام مجھے زنا سے بڑھ کر ناپسند نہیں۔

ملاحظہ کیجیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوجوان کی اصلاح کے لیے تمام اسالیب اختیار کیے اسے بلایا سینے پر ہاتھ رکھا دعا دی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے قائل کر لیا کہ جو فعل وہ کرنا چاہتا ہے، انتہائی گھناؤنا ہے اور قائل کرنے کا جو طریقہ اختیار کیا اس کے بعد وہ نوجوان اس فعل کا خیال بھی دل میں نہ لایا۔

"غلطی کرنے والے کو غلطی کی قباحت کا احساس ہو جائے تو نصیحت قبول کرنا اس کے لیے اسان ہو جاتا ہے۔"

آدابِ تربیت

پہلے غلطی کا احساس دلائیں پھر نصیحت کریں

از: محمد عبدالرحمٰن العریفی رحمہ اللہ

بعض لوگ دوسروں کو اس قدر نصیحتیں کرتے اور مفت مشہور ہدایت فرماتے ہیں کہ سننے والے کی طبیعت خوب جاتی ہے خاص طور پر اس وقت جب نصیحت یا مفت مشورہ کسی شخص کے ذاتی مزاج یا رائے کا نتیجہ ہو۔

مثال کے طور پر آپ گھر میں بڑی دعوت کا اہتمام کرتے ہیں جس میں بہت سے لوگ مدعو ہوتے ہیں، ایک دوست جسے ہر بات میں کیڑے نکالنے اور مفت مشورے دینے کی عادت ہے کہتا ہے دعوت کا مزہ نہیں آیا ساری محنت اکارت گئی میں تو یہ خیال کیے بیٹھا تھا کہ بڑی معیاری دعوت ہوگی۔

آپ حیران ہو کر پوچھتے ہیں کیوں؟ وہ جواب دیتا ہے: گوشت بُھنا ہوا تھا جبکہ میں اُبلا ہوا گوشت پسند کرتا ہوں، لیموں کی وجہ سے سلاد بھی کھٹا ہو رہا تھا مجھے سلاد بالکل پسند نہیں میٹھے کا بھی کچھ خاص ذائقہ نہیں تھا اکثر افراد نے آپ کی دل جوئی کے لیے کھانا کھایا اور کچھ نے اس لیے کھایا کہ انہیں بھوک لگی تھی، آپ قطعی طور پر اس کی باتیں نظر انداز کر دیں گے اور اس کا مشورہ قبول نہیں کریں گے کیونکہ یہ باتیں ذاتی رائے یا مزاج کا نتیجہ ہے۔

اسی طرح وہ شخص بھی جو اپنا ذوق دوسروں پر تھوپنے کی کوشش کرتا ہے اور ان کی ذاتی معاملات میں دخل اندازی کرتا ہے نظر انداز کر دینے کے لائق ہے، ایسے ادمی کا مشورہ یا تنقید ہمیشہ ذاتی مزاج کا نتیجہ ہوتا ہے، ہاں! کوئی آپ سے رائے طلب کرتا ہے تو آپ شوق سے رائے دیں لیکن یہ مناسب نہیں کہ آپ اسے یوں مشورہ دیں جیسے وہ کوئی غلطی کر بیٹھا ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جس شخص کو نصیحت کی جا رہی ہوا سے اپنی غلطی کا احساس نہیں ہوتا، اس لیے نصیحت کرتے وقت آپ کے پاس قوی دلائل موجود ہونے چاہیے۔

آپ کو نرمی اور لطافت اختیار کرنے کی ضرورت ہے تا کہ آپ کے مخاطب کو اپنی غلطی کا احساس کرنے میں آسانی ہو عہد نبوی میں بنو مخزوم کی ایک عورت لوگوں سے روز مرہ استعمال کی مختلف چیزیں ادھار لیا کرتی اور استعمال کے بعد واپس نہیں کرتی تھی لوگ اپنی اشیاء کا مطالبہ کرتے تو وہ سرے سے انکار کر دیتی کہ میں نے یہ شئی تم سے نہیں لی اس کی تخریب کاری حد سے بڑھ گئی تو لوگوں نے یہ معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عدالت عالیہ میں

پیش کیا آپ نے فیصلہ کیا کہ اس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا جائے ،قریش کو یہ بات ناگوار گزری کہ ایک بڑے قبیلے بنومخزوم سے تعلق رکھنے والی عورت کا ہاتھ کاٹا جائے انہوں نے نبی ﷺ سے اس سلسلے میں بات چیت کرنا چاہیے تاکہ سزا میں تخفیف کردی جائے رسول اللہ ﷺ سے بات کرنے جو آدمی بھی جاتا گھبرا کر بات کیے بغیر واپس آجاتا، انہوں نے کہا کہ اس کام کی مجال صرف اسامہ ابن زیدؓ کو ہوسکتی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے پیارے اور آپ کے چہیتے غلام زید بن حارثہؓ کے فرزند ہیں، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے گھر میں پرورش پائی تھی اور آپ اُنہیں بیٹوں کی طرح چاہتے تھے قریش نے اسامہؓ سے بات کی۔

اسامہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں آئے ،آپ نے انہیں مرحبا کہا اور اپنے قریب بٹھایا، اُسامہ نے کہا کہ اس فیصلے میں تخفیف کردیجئے کیونکہ اس عورت کا تعلق اشراف قریش سے ہے، اُسامہ نبی ﷺ کو قائل کرنے کی کوشش کرتے رہے، اور نبی ﷺ خاموشی سے سنتے رہے، آپ کا چہرہ متغیر ہوگیا، آپ نے غصے میں آکر اُسامہ کو ان کی غلطی سے اگاہ کرتے ہوئے کہا: اُسامہ کیا تم اللہ کی حد کے بارے میں سفارش کررہے ہو؟

اُسامہ کا ماتھا ٹھکا، اُنہیں اپنی غلطی کا ادراک ہوگیا، انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ! میرے لیے مغفرت کی دعا کردیجیے، رات ہوئی تو آپ ممبر پر کھڑے ہوئے اللہ کی حمد وثنا بیان کی، اور کہا:

امابعد! تم سے پہلے لوگوں کی ہلاکت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اُن کا بڑا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد نافذ کرتے ،اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر فاطمہ بنت محمد چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا، پھر آپ کے حکم سے اس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا گیا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بتاتی ہیں: بعد کے دنوں میں اس عورت کی توبہ میں بہت خوبیاں آگئی، اس نے شادی بھی کی، وہ میرے پاس آیا کرتی تھی اور میں اس کی ضرورت اللہ کے نبی ﷺ کے سامنے پیش کیا کرتی تھی۔

اُسامہ ابن زید رضی اللہ عنہ ہی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جُہینہ کے قبائل کی طرف روانہ کیا ہم نے انہیں شکست دی اور تعاقب کیا، ان کا ایک آدمی میرے اور ایک انصاری کے ہتے چڑھ گیا، ہم نے تلواریں بلند کی تو اس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا۔ انصاری نے تلوار نیچے کرلی لیکن میں نے یہ سوچ کر کہ اس نے اسلحے کے ڈر سے ایسا کیا ہے، حملہ کیا اور اسے قتل کردیا۔

اس کے متعلق میرے دل میں خلش تھی، میں نے اس واقعے کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا، آپ نے حیرت سے پوچھا: اس نے لا الہ الا اللہ کہا اور تم نے اسے قتل کردیا؟

میں نے کہا: اس نے ایسا دل سے نہیں تلوار کے خوف سے کہا تھا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سوال دہرایا اس نے لا الہ الا اللہ کہا اور تم نے اسے قتل کر دیا؟ تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا کہ وہ سچ کہہ رہا ہے یا تلوار کے ڈر سے جھوٹ بول رہا ہے۔

اُسامہ خاموش تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اُسامہ تم نے ایک آدمی قتل کر دیا جبکہ اس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا تھا، قیامت کے دن لا الہ الا اللہ کا کیا کرو گے؟

اُسامہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار یہی کہتے رہے حتی کہ مجھے خواہش ہوئی کہ کاش میں اس دن سے پہلے مسلمان نہ ہوتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتدریج اُسامہ کو ان کی غلطی کا احساس دلایا پھر اُنہیں نصیحت کی غلطی کرنے والے سے اس کے افکار و نظریات کے مطابق بات کرنی چاہیے، اصلاح کرنے والے کو اس کے زاویۂ فکر پر سوچنا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام ؓ کی مبارک مجلس میں تشریف فرما تھے ایک نوجوان مسجد میں داخل ہوا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا گویا کسی کی تلاش میں ہے، اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دکھائی دیے تو وہ آپ کی طرف آیا توقع تھی کہ وہ مجلس میں بیٹھ کر آپ کی باتیں سنے گا؛ لیکن یہ کیا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھا اور جرأت سے کہا: یارسول اللہ! مجھے زنا کی اجازت دیجیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوجوان کی طرف دیکھ کر اطمینان سے کہا، کیا تمہیں اپنی والدہ کے لیے زنا پسند ہے؟ اس نے کہا نہیں! اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اسے اپنی ماؤں کے لیے پسند نہیں کرتے پھر دریافت کیا: کیا تم اپنی بہن کے لیے زنا پسند کرتے ہو؟ نوجوان نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: اسی طرح لوگ بھی اسے اپنی بہنوں کے لیے پسند نہیں کرتے،

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا تم اپنی پھوپھی یا خالہ کے لیے زنا پسند کرتے ہو؟ نوجوان نے اس بارے میں بھی نفی میں جواب دیا: بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو لوگوں کے لیے بھی وہی پسند کرو جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو؟ اور لوگوں کے لیے بھی وہ ناپسند سمجھو جو تم خود ناپسند کرتے ہو نوجوانوں کو ادراک ہو گیا کہ نوجوان کو ادراک ہو گیا کہ وہ غلطی پر تھا اس نے نہایت تواضع سے کہا: اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ میرا دل پاک کردے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوجوان کے سینے پر ہاتھ رکھا اور دعا کی: اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَلْبَہٗ، وَاغْفِرْ ذَنْبَہٗ وَحَصِّنْ فَرْجَہٗ، اے اللہ! اس کے دل کو ہدایت دیجیے، اس کا گناہ معاف کر دیجیے، اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما۔

(بقیہ صفحہ ۳۸ پر)

<u>تعاقب فرقِ ضالہ</u>

مسلمانوں میں قادیانی گروہ کی شمولیت کا

حقیقت پسندانہ جائزہ

از: مولانا محمد انصار اللہ قاسمی*

مضمون کے آغاز میں اس سوال کو سمجھنا اور اس پر غور کرنا ضروری ہے کہ کسی مذہبی برادری / کمیونٹی میں شمولیت یا اس سے وابستگی کے لئے کیا چیز ضروری ہوتی ہے؟ مذاہب کی تاریخ تو یہ رہی ہے کہ دنیا میں جب کبھی نیا مذہبی نظریہ پیش ہوا اور جن لوگوں نے اس نظریہ کو قبول کیا، وہ ایک مستقل مذہبی برادری کہلائے سابقہ مذہبی عقیدہ اور نظریہ پر اگر چہ ان کے وہم وگمان کے مطابق ان کا ایمان اور یقین رہتا لیکن اس کے باوجود سابقہ مذہبی برادری سے ان کی وابستگی ختم ہوجاتی ہے، کیوں کہ دنیا میں جتنے نبی اور پیغمبر آئے ہیں، انہوں نے خود اپنے ماننے والوں کا ایک امت / ملت / مذہبی برادری کی حیثیت سے تعارف کروایا ہے، اب ایسا نہیں ہوگا کہ نبی کو ماننے والے اور انکار کرنے والے ہم مذہب کہلائیں اور ان کی حیثیت ایک مذہبی برادری کی ہو۔

بہر حال دعوئ نبوت اور علاحدہ امت دونوں باتوں میں خاص رشتہ اور تعلق ہے، اس سلسلہ میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سے رہنمائی ملتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احادیث میں اپنے آخری نبی ہونے کے اعلان کو امت سے جوڑ دیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: 4077) میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو، ایک جگہ فرمایا: لا نبی بعدی و لا امة بعدکم (المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر: 7535) میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں، مطلب یہ کہ نبوت محمدی کا زمانہ قیامت کے قائم ہونے تک ہے، تا قیامت جتنے لوگ پیدا ہوں گے اور نبوت محمدی کی گواہی دیں گے وہ امت محمدیہ ہی میں شامل ہوں گے، معلوم ہوا کہ نبوت محمدی کا زمانہ اور امت محمدیہ کا سلسلہ قیامت تک کے لئے جاری اور باقی رہنے والا ہے، اب کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ نبوت کا دعویٰ کرے اور امت محمدیہ میں سے اپنی نئی امت تشکیل دے، اگر کوئی بدبخت یہ دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا اور دجال ہوگا اور جو بدنصیب اس کے دعویٰ کو قبول کریں گے وہ اسی کی امت کہلائیں، امت محمدیہ سے خارج ہوجائیں گے جیسا کہ ایک اور جگہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

* آرگنائزر مجلس تحفظ ختم نبوت ٹرسٹ تلنگانہ وآندھرا، استاذ المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد

فرمایا:انکم حظی من الامم و أنا حظکم من النبیین (مسند احمد،حدیث نمبر:15864)امتوں میں تم میرا حصہ(امت)ہواورنبیوں میں میں تمہارا حصہ(نبی)ہوں۔اس کے برخلاف مرزا غلام قادیانی اپنے دعویٰ نبوت کی وجہ سے قادیانی فرقہ کا حصہ یعنی نبی ہے اور قادیانی اُس کو نبی ماننے کی بناءاُس کی امت ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان ارشادات کی رو سے واضح ہوا کہ نبوت کا دعویٰ محض ایک دعویٰ نہیں بلکہ اس کی بنیاد پر مستقل ایک نئی امت کی تشکیل ہوتی ہے اور مدعی نبوت کو ماننے والے اُس کی الگ امت کہلائے ہیں گویا دعویٰ نبوت اور الگ امت ہونا دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم ملزوم ہے،دونوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔

اس بات کو خود قادیانی فرقہ کے بانی اور پیشوا مرزا غلام قادیانی نے بھی تسلیم کیا ہے،یہ شخص مدعی نبوت کی حیثیت سے اپنے پیروکاروں کو ایک الگ امت قرار دیتا ہے،ایک جگہ مرزا قادیانی کہتا ہے:

’’جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا اس دعویٰ میں ضرور ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرے اور نیز یہ بھی کہے خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر وحی نازل ہوئی ہے اور نیز خلق اللہ کو وہ کلام بھی سنادے جو اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور ایک امت بنادے جو اس کو نبی سمجھتی ہو اور اس کی کتاب کو کتاب اللہ جانتی ہو‘‘

(آئینہ کمالات اسلام/روحانی خزائن،ج:۵،ص:۳۴۴)

ایک اور جگہ مرزا قادیانی نے’’صاحب شریعت نبی‘‘ کی وضاحت کی کہ وہ اپنی امت کے لئے نیا قانون مقرر کرتا ہے اور پھر اپنے لئے’’صاحب شریعت نبی‘‘ ہونے کا دعویٰ یوں کیا ہے:

’’یہ بھی تو سمجھو شریعت کیا چیز ہے،جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر و نہی بیان کیے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہو گیا........میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی........‘‘

(اربعین/روحانی خزائن ج:۱۷ص:۴۳۵۔۴۳۶)

اس کے علاوہ مرزا غلام قادیانی نے اپنے ماننے والوں اور انکار کرنے والوں کو صاف لفظوں میں امت کہہ کر ان کے دو حصے کیئے ہیں،یہ شخص کہتا ہے:

’’پہلا مسیح صرف مسیح تھا،اس لئے اس کی امت گمراہ ہوگئی اور موسوی سلسلہ کا خاتمہ ہوا اگر میں بھی مسیح ہوتا تو ایسا ہی ہوتا لیکن میں مہدی اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا بروز بھی ہوں،اس لئے میری امت کے دو حصے ہوں گے ایک وہ جو مسیحیت کا رنگ اختیار کریں گے اور یہ تباہ ہو جائیں گے،دوسرے وہ جو مہدویت کا رنگ اختیار کریں گے یہ قیامت تک رہیں گے‘‘ (قادیانی’’اخبار روزنامہ الفضل قادیان‘‘مؤرخہ ۲۶/جنوری/۱۹۱۶)

ان تحریروں کی روشنی میں دو اور دو چار کی طرح یہ بات واضح ہے کہ قادیانی فرقہ مرزا غلام قادیانی کو نبی ماننے کی وجہ سے وہ اپنے جھوٹے نبی کی ایک الگ اور مستقل امت ہے،اس فرقہ کی شناخت’’امت مرزائیہ‘‘

یا ''ملت قادیانیہ'' سے تو ہوسکتی ہے لیکن اس فرقہ کے پیروکار ''امت مسلمہ'' یا ''ملت اسلامیہ'' میں شامل اور شمار نہیں ہوں گے، اس لئے کہ یہ لوگ عقیدہ ختم نبوت کے منکر ہیں جو کسی بھی فرد یا گروہ کی ملت اسلامیہ میں شمولیت کی بنیاد اور اُس کا واضح معیار ہے۔

نبی کو ماننے کا لازمی نتیجہ اور اثر:

تاریخ مذاہب کی یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ دنیا میں جب کسی نے بھی نبوت وپیغمبری کا دعویٰ کیا اُس کا لازمی اور منطقی نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ انسان دو گروہوں میں بٹ گئے، ایک اُس شخص کے دعویٔ نبوت کو قبول کرنے والا اور دوسرا طبقہ اُس کے دعویٔ نبوت کا انکار کرنے والا، ظاہر سی بات ہے اب ان دونوں گروہوں کی مذہبی حیثیت ایک نہیں ہوسکتی اور نہ انھیں ایک پلڑے میں رکھا جاسکتا ہے وہ ایک ملک اور علاقہ کے تو ہوسکتے ہیں، لسانی اور خاندانی حیثیت سے وہ ایک ہوسکتے ہیں، لیکن اپنے مذہبی عقائد ونظریات کے اعتبار سے اُن کی حیثیت بالکل جداگانہ ہوگی جیسے ہندوستان کے تمام باشندگان علاقائی حیثیت سے تو سب ہندوستانی ہیں لیکن اپنے مذہبی خیالات اور نظریات کی وجہ سے کوئی ہندو/ مسلمان/ سکھ/ اور عیسائی ہے۔

قادیانی فرقہ اپنے بانی اور پیشوا مرزا غلام قادیانی کے دعویٔ نبوت کو پوری شدت اور اصرار کے ساتھ تسلیم تو کرتا ہے لیکن اس دعویٔ نبوت کے منطقی اور لازمی نتیجہ کو وہ قبول نہیں کرتا گویا یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی آدمی زہر کھالے اور پھر اُس کی موت ہوجائے، اب کوئی ''عقل مند'' اس آدمی کے زہر کھانے کو تو تسلیم کرتا ہے لیکن اس کے نتیجہ میں اس کی موت کے واقعہ کو نہیں مانتا، اسی طرح قادیانی فرقہ اپنے بانی وپیشوا کے دعویٔ نبوت کے نتیجہ یعنی اپنی جداگانہ حیثیت کو قبول نہیں کرتا، جب کہ حقیقت اور سچائی یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے نہ صرف اپنے دعویٔ نبوت کے منطقی نتیجہ کو قبول کیا ہے بلکہ اس نتیجہ سے اس کے پیروکاروں کے عقائد واعمال میں جو تبدیلیاں ہوئی ہیں ان کو بہرصورت باقی رکھنے پر زور دیا ہے، چنانچہ ایک جگہ مرزا قادیانی نے دعویٔ نبوت کے لازمی نتیجہ کو یوں بیان کیا ہے:

''ہر نبی اور مامور کے وقت دو فرقے ہوتے ہیں ایک وہ جس کا نام سعید رکھا ہے اور دوسرا وہ جو شقی کہلاتا ہے'' (ملفوظات احمدیہ: ج:۱،ص:۱۴۳) ایک اور جگہ مرزا قادیانی کا دست راست محمد علی لاہوری نے لکھا ہے:

''احمدیت (قادیانیت) کی تحریک اسلام کے ساتھ وہی نسبت رکھتی ہے جو عیسائیت کو یہودیت کے ساتھ تھی'' (مباحثۂ راولپنڈی ص:۲۴۰) غور کیا جائے جب عیسائی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھنے کی نسبت سے یہودی نہیں کہلائے اور نہ یہودی وعیسائی ہم مذہب سمجھے گئے تو پھر قادیانی نبوت محمدی پر اپنے دعوی ایمان کی نسبت سے کیسے مسلمان ہوسکتے ہیں اور کیوں کر مسلمانوں اور قادیانیوں کو ہم مذہب مانا جاسکتا ہے؟؟

دوسرے یہ کہ دعوت نبوت و ماموریت کے اقرار اور انکار کی بنیاد پر سعید اور شقی جب دو گروہ ہوں گے تو یہ دونوں گروہ کبھی ایک نہیں ہوسکتے اور نہ انھیں ایک دوسرے میں ضم کیا جاسکتا ہے، مذاہب کی تاریخ میں دو حریف حیثیت سے ہمیشہ ان کی شناخت رہی، اس سلسلہ میں ۱۹۷۴ء میں قادیانی فرقہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قانون سازی کے موقع پر پاکستان کی قومی اسمبلی میں پیش کردہ دستاویز بہ نام ''قادیانی فتنہ اور ملتِ اسلامیہ کا موقف'' سے ایک اقتباس نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جو دعویٔ نبوت کو واضح کرنے میں بہت ہی دوٹوک اور چشم کشا ہے، یہ دستاویز جسٹس مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب اور مولانا سمیع الحقؒ نے مرتب کی ہے، اس میں بتایا گیا:

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے سارے بنی اسرائیل ہم مذہب تھے لیکن جب حضرت عیسیٰؑ تشریف لائے تو فوراً دو بڑے بڑے حریف مذہب پیدا ہوگئے ایک آپ کے ماننے والوں کا جو بعد میں عیسائیت یا مسیحیت کہلایا اور دوسرا مذہب آپ کی تکذیب کرنے والوں کا تھا جو یہودی مذہب کہلایا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے متبعین اگرچہ پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان رکھتے تھے لیکن یہودیوں نے کبھی ان کو اپنا ہم مذہب نہیں سمجھا اور نہ عیسائیوں نے اس بات پر اصرار کیا کہ انھیں یہودیوں میں شامل سمجھا جائے، اسی طرح جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمیت پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کی اور تورات، زبور، انجیل تینوں پر ایمان لائے اس کے باوجود نہ عیسائیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبعین کو اپنا ہم مذہب سمجھا اور نہ کبھی مسلمانوں نے یہ کوشش کی انھیں عیسائی کہا اور سمجھا جائے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جب مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اس کے متبعین مسلمانوں کے حریف کی حیثیت سے مقابلہ پر آئے اور مسلمانوں نے بھی انھیں امتِ اسلامیہ سے بالکل الگ ایک مستقل (دعویٔ نبوت) کا حامل قرار دے کر ان کے خلاف جہاد کیا حالانکہ مسیلمہ کذاب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا منکر نہیں تھا بلکہ اس کے یہاں جو اذان دی جاتی تھی اس میں ''اشھد ان محمد رسول اللہ'' کا کلمہ شامل تھا......

مذاہب عالم کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ کسی مدعی نبوت کو ماننے والے اور اس کی تکذیب کرنے والے کبھی ایک مذہب کے سائے میں جمع نہیں ہوئے لہٰذا مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٔ نبوت کا یہ سو فیصد منطقی نتیجہ ہے کہ جو فریق ان کو سچا اور مامور من اللہ سمجھتا ہے وہ ان لوگوں کے مذہب میں شامل نہیں رہ سکتا جو ان کے دعووں کی تکذیب کرتا ہے ان دونوں فریقوں کو ایک دین کے پرچم تلے جمع کرنا صرف قرآن وسنت اور اجماع امت ہی سے نہیں بلکہ مذہب کی پوری تاریخ سے بغاوت کے مترادف ہے۔''

(فتنہ قادیانیت اور ملت اسلامیہ موقف، ص:۳۶ تا ۳۸)

خود قادیانی فرقہ کے نزدیک مسلمانوں کی جداگانہ حیثیت!!

بہر حال دعویٔ نبوت کے اس لازمی اور منطقی نتیجہ کے اثرات ہی ہیں کہ مرزا غلام قادیانی اور پھر اس کے بعد اس کے جانشینوں نے دنیا بھر کے مسلمانوں کو اپنے سے الگ کرتے ہوئے انھیں کافر جہنمی اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا، ایک جگہ مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

''جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے'' (تذکرہ، ص:۳۳۶ طبع سوم)

ایک اور جگہ مرزا غلام قادیانی کے پیروکاروں کو دوسرے عام مسلمانوں سے الگ تھلگ رکھنے کی وضاحت یوں کی گئی:

''کیا مسیح ناصری (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے اپنے پیروؤں کو یہود بے بہود سے الگ نہیں کیا، کیا وہ انبیاء جن کی سوانح کا علم ہم تک پہونچا ہے اور ہمیں اُن کے ساتھ جماعتیں بھی نظر آتی ہیں، انھوں نے اپنی جماعتوں کو غیروں سے الگ نہیں کر دیا، ہر ایک شخص کو ماننا پڑے گا بے شک کیا ہے، پس اگر حضرت مرزا صاحب بھی جو کہ نبی اور رسول ہیں اپنی جماعت کو منہاج نبوت کے مطابق غیروں سے الگ کر دیا تو نئی اور انوکھی بات کونسی کی'' (قادیانی اخبار روزنامہ الفضل قادیان ۲۶ / فبروری / ۲ / مارچ ۱۹۱۸)

ایک جگہ قادیانی فرقہ کے خودساختہ اور نام نہاد خلیفہ .... جس کو قادیانی ''مصلح موعود'' بھی مانتے ہیں...... مرزا بشیر الدین محمود نے بہت صاف لفظوں میں گذشتہ انبیاء کرام کی مثال دیتے ہوئے مرزا قادیانی کے دعویٔ نبوت کا اقرار وانکار کے اثر کو یوں بیان کیا ہے:

''ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا اور یا محمد کو مانتا ہے پر مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے''۔

(کلمۃ الفصل، ص:۱۱۰)

ان حوالوں سے مرزا قادیانی کے دعویٔ نبوت کو قبول کرنے اور اس کو مسترد کرنے والوں کی جداگانہ اعتقادی حیثیت واضح ہوتی ہے یعنی ایک کافر ہے تو دوسرا مسلمان، ایک جنتی ہے تو دوسرا جہنمی، ایک دائرہ اسلام میں داخل ہے تو دوسرا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

پھر یہ کہ مرزا قادیانی کو نبی و پیغمبر ماننے والوں کے صرف عقائد متاثر نہیں ہوئے بل کہ ان کی سماجی ومعاشرتی زندگی بھی اس کے زیر اثر آ گئی، چنانچہ قادیانی فرقہ کے افراد اپنے علاوہ دوسرے مسلمانوں کو:

۱) نہ سلام کر سکتے ہیں۔ ۲) نہ ان کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ ۳) نہ ان سے شادی بیاہ کر سکتے ہیں۔
۴) نہ ان کی نمازِ جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔ ۵) بیمار ہونے پر نہ ان کی عیادت ومزاج پرسی کر سکتے ہیں۔
۶) نہ ان کے مرحومین کے لئے دعاء مغفرت کر سکتے ہیں۔ ۷) نہ ان کے مرحومین کو اپنے قبرستان میں دفن کر سکتے ہیں۔

تفصیل دیکھئے! قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، دسویں فصل بعنوان: قادیانی صاحبان اور مسلمان، دین وملت، ص: ۴۰۲، مؤلفہ پروفیسر الیاس برنیؒ

البتہ سماجی اعتبار سے مسلمانوں اور قادیانیوں کی جداگانہ حیثیت کو مرزا بشیر الدین محمود قادیانی نے فیصلہ کن انداز میں یوں بیان کیا ہے:

''غیر احمدیوں (مسلمانوں) سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں، ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا، ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا، اب باقی کیا رہ گیا ہے جو ہم ان کے ساتھ مل کر کر سکتے ہیں، دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں، ایک دینی دوسرے دنیوی، دینی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہونا ہے اور دنیوی تعلقات کا بھاری ذریعہ رشتہ وناطہ ہے، سو یہ دونوں ہمارے لئے حرام قرار دیئے گئے........'' (کلمۃ الفصل ص: ۱۲۹، ۱۷۰)

ایک جگہ خود مرزا قادیانی نے عام مسلمانوں اور اپنے پیروکاروں کی جداگانہ حیثیت کو واضح کرتے ہوئے دونوں کے درمیان میل جول کو تازہ دودھ اور سڑھے ہوئے دودھ سے تشبیہ دی، یہ شخص کہتا ہے:

''یہ جو ہم نے دوسرے مدعیان اسلام سے قطع تعلق کیا ہے اول تو یہ خدا تعالی کے حکم سے تھا نہ کہ اپنی طرف سے اور دوسرے وہ لوگ ریا پرستی اور طرح طرح کی خرابیوں میں حد سے بڑھ گئے ہیں اور ان لوگوں کو ان کی ایسی حالت کے ساتھ اپنی جماعت کے ساتھ ملانا یا ان سے تعلق رکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ عمدہ اور تازہ دودھ میں بگڑا ہوا دودھ ڈال دیں جو سڑ گیا ہے اور اس میں کیڑے پڑ گئے ہیں، اس وجہ سے ہماری جماعت کسی طرح ان سے تعلق نہیں رکھ سکتی اور نہ ہمیں ایسے تعلق کی حاجت ہے'' (تشحیذ الاذھان ص: ۱۱۳۰، بحوالہ علمی محاسبہ ۴۳۱)

مرزا غلام قادیانی کے دعویٔ نبوت کی بنیاد پر قادیانی فرقہ نے مسلمانوں کے بالمقابل اپنی مذہبی وسماجی جداگانہ حیثیت کو صرف تقریروں اور تحریروں تک نہیں رکھا بلکہ اس کے عملی مظاہرے اور مثالیں بھی پیش کئے، چنانچہ خود مرزا غلام قادیانی نے اپنے بیٹے فضل محمد کی نماز جنازہ نہیں پڑھی کیونکہ وہ اپنے باپ کی جھوٹی نبوت کو تسلیم نہیں کرتا تھا اور قادیانی فرقہ سے تعلق رکھنے والے پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان نے بانی پاکستان محمد علی جناح کی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کی، اس لئے کہ وہ اپنے عقیدہ کے مطابق اُنھیں مسلمان نہیں

سمجھتا تھا، اس کے علاوہ دو موقعوں پر قادیانی فرقہ کے ذمہ داروں نے باضابطہ ایک الگ فرقہ کی حیثیت سے اپنی جداگانہ حیثیت کو قانونی طور سے قبول کرنے پر زور دیا، چنانچہ ۴/نومبر/۱۹۰۰ء میں مردم شماری کے موقع پر مرزا غلام قادیانی نے برطانوی حکومت سے درخواست کی کہ: ’’میرا اور میری جماعت کا نام مردم شماری میں مسلمان فرقہ احمدیہ لکھا جائے‘‘ (مجدد اعظم حصہ دوم ص: ۸۳۷ مؤلفہ ڈاکٹر بشارت احمد قادیانی لاہوری)

ایک اور جگہ قادیانی فرقہ کے دوسرے مرزا بشیر الدین محمود نے عیسائیوں اور پارسیوں کی طرح اپنے فرقہ کو بھی الگ اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا، اخبار الفضل قادیان کا بیان ہے:

’’میں نے اپنے نمائندے کی معرفت ایک بڑے ذمہ دار انگریز افسر کو کہلوا بھیجا کہ پارسیوں اور عیسائیوں کی طرح ہمارے حقوق بھی تسلیم کئے جائیں، جس پر اس افسر نے کہا کہ وہ تو اقلیت ہیں اور تم ایک مذہبی فرقہ ہو، اس پر میں نے کہا کہ پارسی اور عیسائی بھی مذہبی فرقہ ہیں، جس طرح ان کے حقوق علاحدہ تسلیم کئے گئے ہیں اسی طرح ہمارے بھی کئے جائیں، تم ایک پارسی کو پیش کرو اس کے مقابلہ میں میں دو دو احمدی پیش کرتا جاؤں گا‘‘ (اخبار الفضل قادیان ۱۳/نومبر/۱۹۴۶ء)

غرض یہ کہ ان حقائق کی روشنی میں یہ بات خوب واضح ہوگئی کہ قادیانیوں کے مسلمان نہ ہونے کا فتوی اور فیصلہ ظلم وزیادتی اور مذہبی تعصب وتنگ نظری کی وجہ سے نہیں ہے جیسا کہ قادیانی فرقہ کی طرف سے دنیا بھر کی نام نہاد حقوق انسانی کی تنظیموں کو باور کروایا جاتا ہے، بلکہ یہ فتویٰ عقل وانصاف کا عین تقاضہ ہے اور اس سے خود قادیانی فرقہ کا منشا ومقصد بھی پورا ہوتا ہے، ان سب کے باوجود اگر قادیانی اپنی اس جداگانہ حیثیت کو قانونی ودستوری طور پر تسلیم نہیں کرتے ہیں تو اس کی وجہ مذہب اور عقیدہ کے نام پر جھوٹا پروپیگنڈہ کرنے اور پُرفریب مہم چلانے کے سوا اور کچھ نہیں ہے، تاکہ اس کے ذریعہ سامراجی حکومتوں اور لادینی طاقتوں کے زیر سایہ مسلمانوں کے خلاف اپنے تخریبی مقاصد پورے کئے جاسکیں۔

فقہ وفتاویٰ

آپ کے شرعی مسائل

از: مفتی محمد ندیم الدین قاسمی*

الکحل ملی ہوئی دوا کا استعمال

سوال: الکحل ملی ہوئی دوا کا استعمال کرنا کیا جائز ہے؟

جواب: الکحل، عین شراب ہوتا ہے؛ لیکن جو شراب، کھجور اور انگور سے بنتی ہے وہ ناپاک ہے، اور نجاست غلیظہ ہے، اور جو انگور و کھجور کے علاوہ سے بنتی ہے، وہ حضرت امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک نجاست غلیظہ اور کلی طور پر حرام نہیں ہے، نشہ کی مقدار سے کم ہو تو حرام نہیں ہے، اس لیے اس کے حکم میں بھی تخفیف ہے، لہٰذا عطریات اور ادویات میں ضرورت کی بناء پر اس کے استعمال کی گنجائش ہے اور ایسی دواؤں کا استعمال بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ قاسمیہ، ۲۳/ ۳۱۵)

مسجد میں داخلے کے وقت سلام کہنا

سوال: کیا مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کہنا مسنون ہے؟

جواب: مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کہنا حدیث سے ثابت نہیں ہے، نیز جہاں لوگ نماز و تلاوت وغیرہ میں مشغول ہوں وہاں پر سلام کرنا مکروہ ہے، ہاں اگر مسجد یا ہال میں لوگ نماز و تلاوت وغیرہ میں مصروف نہ ہوں تو ان کو سلام کیا جا سکتا ہے۔ (فتاویٰ قاسمیہ، ۲۳/ ۳۶۹)

سلام کن لوگوں کو نہیں کرنا چاہئے؟

سوال: کن لوگوں کو سلام کرنا ممنوع ہے؟

جواب: (۱) نماز پڑھنے والے کو (۲) تلاوت کرنے والے کو (۳) ذکر کرنے والے کو (۴) درس حدیث میں مشغول شخص کو (۵) خطبہ دینے والے کو (۶) خطبہ سننے والے کو (۷) فقہ کی تکرار کرانے والے کو (۸) قاضی کو جب کہ وہ فیصلہ کرنے لئے بیٹھ جائے (۹) فقہی مباحثہ کرنے والے کو (۱۰) مؤذن کو اذان دیتے وقت (۱۱) اقامت کہنے والے کو (۱۲) درس دینے والے کو (۱۳) اجنبی جوان لڑکیوں کو (۱۴) شطرنج اور ہر لہو میں

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

مشغول کو (۱۵) بول وبراز کرنے والے کو (۱۶) کھانا کھانے والے کو (۱۷) گانا گانے والے کو (۱۸) زندیق کو ۔(فتاویٰ قاسمیہ، ۲۳/ ۷ا ۳)

تین مرتبہ معانقہ کی شرعی حیثیت

سوال: معانقہ کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ کیا تین مرتبہ گلے ملنا سنت سے ثابت ہے؟

جواب: معانقہ، دیرینہ ملاقات پر دور دراز سے آنے والے شخص کے ساتھ کرنا مسنون ہے، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید بن حارثہ اور جعفر رضی اللہ عنہما سے دیرینہ ملاقات پر معانقہ فرمایا اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا، معانقہ صرف ایک مرتبہ کرنا حدیث سے ثابت ہے، دو بار یا تین بار کرنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

(فتاویٰ قاسمیہ، ۲۳/ ۳۹۹)

وِگ کا حکم

سوال: وگ لگانا کیا شرعا جائز ہے؟

جواب: انسانی بالوں سے بنی ہوئی وگ لگانا بہرصورت ناجائز ہے؛ خواہ وگ ایسا ہو جسے بہ آسانی اتارا جاسکتا ہو، یا بہ ذریعۂ آپریشن سر میں فٹ کردیا گیا ہو، انسانوں کے علاوہ دیگر حیوانات ومصنوعی بالوں سے بنی ہوئی وگ لگانا شرعا جائز ہے، وہ وگ جو سر پر آپریشن کے ذریعہ سے اس طرح فٹ کردی جائے، وہ سر سے جدا نہ ہوسکے، اس کی حیثیت جسم کے مستقل عضو کی ہے، وضو کرتے وقت اس پر مسح کرلینا کافی ہے، اور وہ وگ جسے بہ آسانی لگایا اور اتارا جاسکتا ہو وہ ٹوپی کے حکم میں ہے، وضو کرتے وقت اس کو اتار کر مسح کرنا ضروری ہے۔

(فتاویٰ قاسمیہ، ۲۳/ ۶۲۳)

جعلی سرٹیفکیٹ کی بنیاد پر ملازمت وتنخواہ

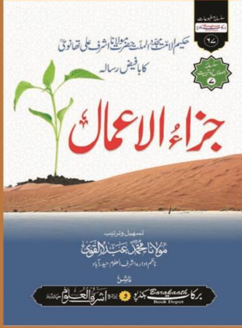
سوال: کسی کمپنی وغیرہ میں ملازمت حاصل کرنے کے لئے سرٹیفکیٹ بنانا جائز ہے یا نہیں؟

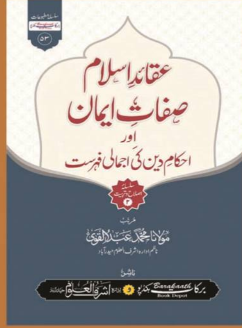
جواب: کسی کمپنی وغیرہ میں ملازمت حاصل کرنے کے لئے سرٹیفکیٹ بنانا جائز نہیں ہے، لیکن اگر کوئی جعلی سرٹیفکیٹ کی بنیاد پر ملازمت حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے اور اس میں مفوضہ کام کی انجام دہی کی اہلیت و صلاحیت موجود ہو تو اسے اس کام پر ملنے والی تنخواہ جائز وحلال ہوگی، اور اگر اس میں اس کام کی اہلیت موجود نہ ہو تو اس کے لئے یہ تنخواہ حلال وجائز نہیں ہوگی۔ (محقق ومدلل جدید مسائل، ۲/ ۴۱۸)

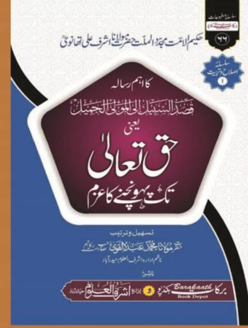
ASHRAFUL JARAID MONTHLY Rs20/-

RNI No: APURD/2007/24089 Postal. No: HSE/884/23-25

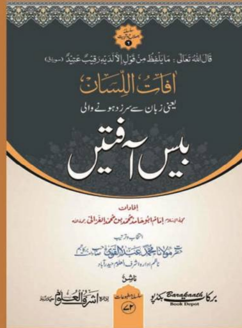
Date of Publication 3rd Sep-23, date of Posting 5th Sep-23

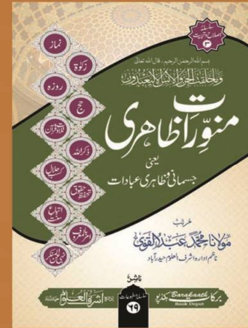


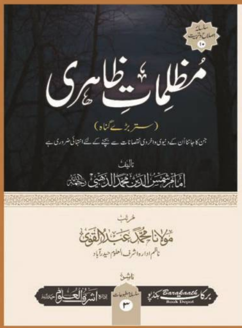


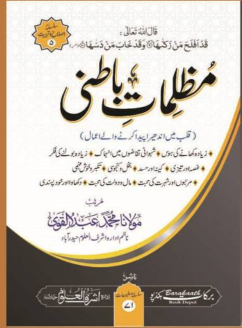


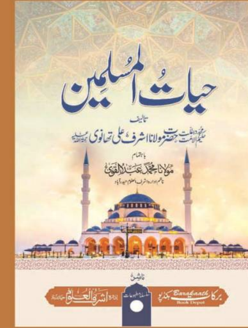












Printer, Publisher & Owner: Mohd Abdul Qavi, # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059

Published from: # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059

Editor : Mohammed Abdul Qavi. Printed at: Aish Offset Printers, Cellar Masjid-e-Meraj, Sayeedabad, Hyd-59